تحفظ ختم نبوت کا حقیقی علمبردار واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ما مسلمانیم از فضلِ خدا مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را بروشد اختتام
ختم شد برنفس پاکش ہر کمال لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

(کلام مسیح موعود)

Rs.10

تحفظ ختم نبوت کا حقیقی علمبردار واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ماہنامہ

چودھویں صدی

دہلی

سرپرست
جناب شوکت اے علی صاحب
دامت برکاتہم

ایڈیٹر
مفتی ممتاز عالم

جلد نمبر...................۱۲
شمارہ.................. ۲
ربیع الاوّل ۱۴۳۲ھ
بمطابق فروری ۲۰۱۱ء

بدل اشتراک
فی شمارہ..........۱۰/روپے
سالانہ ۱۰۰/روپے
بیرون ملک ۱۰/پونڈ
ڈالر امریکن ۱۲ڈالر

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

خط وکتابت کا پتہ: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا L-25A، دلشاد گارڈن، دہلی 110095 فون 011-22596616 (موبائل) 9910750455
E-mail:ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in Our Websites: www.aaiil.org

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قارئین حضرات! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'

اہل دنیا میں عموماً اکثر وہ ہوتے ہیں جنہیں کسی بھی معاملہ کو انصاف اور تحقیق کی نظر سے دیکھنے کی عادت نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ جب کسی خدا کے نبی ورسول یا ماموروُمجدّد کو پرکھنے کے لئے اُٹھتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک اپنی رائے اورخواہش نفس کوسامنے رکھ کر یہی آواز اُٹھایا کرتا ہے کہ اس شخص نے یہ نہیں کیا اور وہ نہیں کیا۔ اور کبھی اس بات پر نظر نہیں ڈالتے کہ اس شخص نے کیا کیا۔ اور جو کچھ کیا آیا وہ اس کسوٹی پر صحیح اُترتا ہے جو خدا کے ماموروں اور فرستادوں کی خدمات دینیہ کے متعلق قرآن کریم اور تاریخ عالم میں ہمیں نظر آتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اسے ہمیں بغیر چون و چرا کے قبول کر لینا چاہئے ورنہ اس طرح تو کسی صحیح فیصلہ پر انسان اپنی پوری زندگی میں نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے کہ ہر ایک انسان کی خواہش نفس جدا ہوتی ہے۔ خدا کی طرف سے آنے والا، اگر ایک شخص کی خواہش نفس کے مطابق کام کرے گا تو دوسرے کی خواہش نفس کے وہ خلاف ٹھیرے گا اور اعتراض وہیں کا وہیں قائم رہے گا۔ پس حقیقت الامر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو کسی اصلاح وتجدید جیسے عظیم الشان منصب پر کھڑا کرتا ہے تو اس کے لئے لائحہ عمل اور اس کا نصب العین بھی وہ خود تجویز کردیتا ہے۔ خواہ وہ لوگوں کے خواہشاتِ نفس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں رب العٰلمین کا ارشاد ہے **افکلما جاء کم رسول بما لا تھویٰ انفسکم استکبرتم ففریقاً کذ بتم و فریقاً تقتلون** o (۸۷:۲) جب جب تمہارے پاس کوئی خدا کارسول تمہاری خواہشات کے خلاف باتیں لے کر آیا تو تم نے تکبّر ہی کیا۔ پھر بعض کی تم نے تکذیب کی اور بعض کو قتل کرنے لگے۔ یعنی انسان کا تکبر اسے اس بات پر آمادہ کردیتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے آنے والے مامور کا کام اورنصب العین خود تجویز کرنے لگ جاتا ہے۔ گویا کہ وہ خدا کا حق چھین کر خود لے لیتا ہے۔ اور جب اس کی منشا کی تکمیل نہیں ہوتی اوراسکی مغروریت کوخطرہ لاحق ہوجاتا ہے تو صرف یہی نہیں کہ وہ اللہ کے فرستادہ کا انکار کردیتا ہے یا اسے جھٹلا دیتا ہے بلکہ اس کے قتل کرنے کے درپے ہوجاتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ سے اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔ اور یہ تشابہ کچھ اس طرح رواج پا گیا ہے کہ کلام اللہ میں ان مکذبوں کی نسبت یوں ارشار الٰہی ہے ''اتـوا صـوابـہ'' (۵۳:۵۱) کیا یہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آتے ہیں۔ یہ ایک لطیف طرز بیان ہے۔ ہر زمانہ میں اللہ کے نبی ورسول اور ماموروُمجدد کا ایک ہی طریق سے جھٹلانا اور منکرین کا ان کی مخالفت کے لیے کمربستہ ہوجانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا یہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے ہیں کہ بس جھٹلانے کا یہی ایک طریق ہے تو آج حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمتہ اللہ علیہ کے منصب مجدّدیت پر خدا کی طرف سے کھڑے ہونے پر ان کو جھٹلانے کا طریق دوسرا کیسے ہوسکتا تھا۔ چنانچہ تاریخ نے وہی سب باتیں دُہرادیں جو سدا سے ہوتی چلی آئی تھیں۔ اور متواتر ایک صدی سے مخالفین احمدیت وہی کچھ کررہے ہیں اور مسلمانوں کی وہ توانائی جوان کی عالم گیر قوت کا نتیجہ تھی۔ افسوس کہ وہ اسی منافرت اور کفر بازی میں پاش پاش ہورہی ہے۔

دور حاضر کے امت مسلمہ کے محققین اور علماء حق کی خدمت میں درد دل سے التجا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد

صاحب مجدّد صد چہاردہم کے بارے میں از سرنو تحقیق فرمائیں اور کفر کے فتووں کا جائزہ لیں اور تحریک احمدیت کے خلاف پھیلائی گئی نفرتوں پر نظر ثانی فرمائیں کہ وہ کہاں تک صحیح ہیں۔ بہرصورت تحقیق و انصاف کا دامن نہ چھوڑیں ورنہ تو دنیا میں کوئی ایسے بزرگ و مجدد اور ولی نہیں گذرے ہیں جس پر علماء وقت نے کفر کے فتوے نہ لگائے ہوں۔ انہوں نے امام اعظم جیسے فقیہ اور امام بخاری جیسے محدث تک کو نہیں بخشا۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ آج ایک طرف عیسائیت، یہودیت اور تمام باطل طاقتیں ''الکفر ملة واحدة'' بن کر اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کے لئے ایک پلیٹ فارم پر کھڑے ہو گئے ہیں اور مسلمانوں پر اپنی یلغار شروع کردی ہے دوسری طرف ہمارے مسلمان بھائی خواب غفلت میں ہیں اور ابھی بھی مختلف گروہ اور فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کلمہ گو کو کافر گردان رہے ہیں یہاں تک کہ اسی کو کارِ خیر سب سے بڑا سمجھ رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ اُمّت مسلمہ کی حالت روز بروز زوال پذیر ہوتی جاری ہے اور اس پر ہر چہار جانب سے دشمنوں کی مار پڑ رہی ہے آج اس کا کوئی پرسان حال نہیں، اور فریاد سننے والا نہیں، دنیا کے اہل خرد و انصاف اور انسانیت کے شیدائی بھی اس سلسلہ میں خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔

اس پر آشوب اور پرفتن دور میں مسلمانوں کا ملی و اسلامی فریضہ ہے کہ وہ ''انما المومنون اخوة'' کا مصداق بن کرامت مظلومہ کی حفاظت کریں اور جتنا جلد ممکن ہو سکے کفر کے فتووں سے بیزاری کا کھلم کھلا اظہار کر دیں جن سے صرف یہی نہیں کہ مسلمان فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں اور بھائی بھائی کا دشمن ہو گیا ہے بلکہ سخت عذاب الٰہی کے مستحق ہو گئے ہیں۔ اور ہمارے لیے ابواب رحمت بند کر دئے گئے۔ اور ہم پر اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کی بارش نہیں ہو رہی ہے حتیٰ کہ آج ہم ہر چیز سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔

اس وقت مسلمانوں کو چاہیئے کہ ساری نفرتوں کو مٹا کر کلمہ طیبہ کی بنیاد پر ایک ہو جائیں اور بلا تفریق مذہب و ملت ایک پلیٹ فارم پر آئیں۔ زمانے کی آواز کو سنیں امام الزمان کو پہچانیں اور لبیک کہتے ہوئے **کونوا مع الصادقین** کا ثبوت دیں دراصل اسی میں فلاح دارین ہے۔ اور یہی راہ نجات ہے۔

وماعلینا الا البلاغ

(باقی صفحہ 4 کا)

کنت السواد لناظری فعمی علیك الناظر
من شاء بعدك فلیمت فعلیك كنت احاذر

ترجمہ: تو میری آنکھ کی پتلی تھا پس تیری موت سے میری آنکھ اندھی ہو گئی۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے صرف تیرے مرنے کا ڈر تھا۔''

حضرت عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب نے چہرہ پر رومال رکھا ہوا تھا میری آہٹ سے حضرت اقدس نے چونک کر میری طرف دیکھا تو بے اختیار چہرہ پر سے رومال والا ہاتھ ہٹ گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔'' یہ ہے عشق رسول اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اپنے یار کا ذکر ہے اور پاک وجود کے ذکر سے آپ خود پاک ہوئے اور اس پاک ہستی سے تعلق قائم ہو گیا جو حی و قیوم ہے۔ المختصر آپ کی زندگی آپ کے اپنے اس شعر کی مصداق ہے۔

جان و دلم فدا بہ رہِ دینِ مصطفیٰ
ایں است کام دل اگر آید میسرم

(بحوالہ: پیغام صلح)

☆☆☆

مقام حضرت خاتم النبیین ﷺ

از: عبدالحمید

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ

ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔

حضور ﷺ روئے زمین کے کل بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے تشریف لائے اور آپ کو ایک کامل کتاب دی گئی جو قیامت تک کے لئے لوگوں کے لئے شمع ہدایت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اور آپ کی جماعت (صحابہ کرام رضوان اللہ) نے اس شمع کو اکناف عالم میں روشن کیا۔ دور دور ملکوں میں پھیل گئے۔ تبلیغ کا حق ادا کیا اور دنیا توحید کے نور سے جگمگا اٹھی امام، مجدد، محدث اور اولیاء عشق رسول میں سرشار ہو کر ایک عالم کو منور کرتے رہے۔ ایک غفلت کے بعد پھر اس زمانہ کا امام جو تڑپا اور اس قدر سوز اور درد اس کے بے تاب دل سے اٹھا کہ ایک دنیا کو تڑپا گیا، رات دن عشق رسول میں گم ہر وقت اس کی صفات گن گن کر مسحور، نہ دن کو چین نہ رات کو آرام۔ اس نے عشق کا اظہار اپنے معشوق کی صفات گنوانے میں نہ صرف براعظم ہند بلکہ مشرق و مغرب تک کیا، نئے براعظموں میں شمعیں جلائیں اور دنیا نے اس کا نظارہ بھی دیکھ لیا۔ آپ نے سوز و عشق رسول ﷺ کی شمع جلائی تو اس پگھلتی ہوئی شمع پر پروانے اکٹھے ہونے یعنی ایک جماعت کی جماعت عشق رسول میں سرشار ہو کر غیروں کو نغمات رسول سے مسحور کرنے لگ گئی۔ دنیا میں تبلیغ اسلام حقیقی رنگ میں یا آنحضرت ﷺ (اور آپ کے مخلص خلفاء) کے زمانہ میں ہوئی یا پھر ان کے غلام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے زمانہ (چودھویں ہجری) میں ہوئی۔ جتنا عشق ہوگا اتنا ہی عاشق تڑپے گا۔ اور بے نظیر عاشق وہ ہے جو ایسا تڑپے کہ غیروں کو بھی تڑپا دے۔

حضرت امام الزماں نے فرمایا:

وقد غوصت فی بحر الفناء

وحدت وفی یدی ابھی اللآئی

کہ میں اپنے (معشوق کے عشق میں) فنافی الرسول، کے سمندر میں ایسا غوطہ زن ہوا کہ جب میں باہر نکلا تو میرے ہاتھ قیمتی موتیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اور پھر زمانے نے یہ حقیقت دیکھی کہ آنحضرت ﷺ کے اوصاف حمیدہ کے بارے میں جو نکتے اور علوم اور معرفت آپ کے ذریعہ آشکارا ہوئے اہل علم و دانش انگشت بدنداں رہ گئے۔ بجز عشق رسول نہ خدا سے سچا اور حقیقی تعلق پیدا ہو سکتا ہے نہ اس کی کامل کتاب (قرآن کریم) کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی خداوند کریم سے کوئی عہدہ جلیلہ (حکومت الٰہیہ) مل سکتا ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

''اور ایسا ہی عجیب ایک اور قصہ یاد آیا ہے کہ ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنی یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادۂ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے۔ لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محی کی تعین ظاہر نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ اختلاف میں ہیں۔ اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کی تلاش کرتے پھرتے ہیں، اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا ھذا رجل یحب رسول اللہ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے۔ سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔'' حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا ایک شعر ہے:۔

جسمی یطیر الیک من شوق علا

یا لیت کانت قوۃ الطیران

کہ میرا جسم شوق سے بلندیوں کی طرف اڑا چلا جا رہا ہے۔ (حضرت عالم تصور شوق عشق میں آنحضرت ﷺ کے کمالات و فضائل اور علو مرتبت کی طرف اڑان کئے جا رہے ہیں) اور پھر فرماتے ہیں:۔

''کاش (ایسی حقیقتاً صورت حال ہو جاتی) کہ مجھے آپ تک پہنچنے کے لئے اڑان کی طاقت مل جاتی۔ فرماتے ہیں: (باقی صفحہ 3 پر)

''اور جب میرے خدانے اس نبی کی وقعت اور قدر اور عظمت میرے پر ظاہر کی تو میں کانپ اٹھا اور میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا۔ وہی ایک نبی ہے جو ایسے وقت میں آیا جب تمام دنیا بگڑ گئی تھی اور ایسے وقت میں گیا جب ایک سمندر کی طرح توحید کو دنیا میں پھیلا گیا۔ وہی ایک نبی ہے جس کے لئے ہر ایک زمانہ میں خدا اپنی غیرت دکھلاتا رہا ہے۔''

عالم ہونا احادیث اور تواریخ اسلامی سے واقفیت ایک بڑی چیز ہے اور نعمت عظمیٰ ہے لیکن رسول اللہ ﷺ سے عشق میں انسان کسی اور ہی عالم میں ہوتا ہے، اور ایسے انسانوں کو غیب سے اسرار و رموز اور دنیاوی و آسمانی علوم سے مزین کیا جاتا ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

''اور میرے لیے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اسے اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا۔ اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔ اور میں اس جگہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پیروی آنحضرت ﷺ کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ سو یاد رہے کہ وہ قلب سلیم ہے یعنی دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے۔ اور دل ایک ابدی اور لازوال لذت کا طالب ہو جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے مصفیٰ اور کامل محبت الٰہی بباعث قلب سلیم کے حاصل ہوتی ہے، اور یہ سب نعمتیں آنحضرت ﷺ کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں۔''

حضرت مرزا صاحب نے سارا زور اس بات پر دیا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو شناخت کرنا ہو اور حقیقی یقین و ایمان کے ساتھ اس پاک ذات کے وجود کو پانا ہو اور توحید خالص کو حاصل کرنا ہو تو بجز اس پاک وجود (محمد ﷺ) کے پانے کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

''یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود و سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار فاضلہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اس نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے، اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے، اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات نہاں در نہاں ہے اور یہ جو مادی دنیا ہم کو نظر آ رہی ہے۔ یہ اس ذات کی مخلوق اور جلوہ ہے۔ لیکن خدا نما وہ انسان کامل (محمد) ہی ٹھہرا جس کے ملنے سے خدا مل جاتا ہے، اور جسے خدا مل گیا اسے ہر چیز میسر آ گئی۔ حضرت بانی سلسلہ تو اٹھتے بیٹھتے اسی پاک وجود کی یاد میں محو رہتے تھے۔ سوتے میں اپنے آقا پر درود و سلام بھیجتے رہتے لیکن زبان سے نہیں بلکہ قلب سے اور آنکھ کے پانی سے پوری فراست اور فہم سے درود ایسی ورد زباں ہے کہ رقت طاری ہو جاتی اور گریہ و بکا کی حالت آ جاتی۔ فرماتے ہیں:۔

''ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اب اخیر میں ایک واقعہ سنئے، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں:۔

''کہ ایک دفعہ دوپہر کو میں مسجد مبارک میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا صاحب اکیلے مسجد میں ٹہل رہے ہیں اور حضرت حسان بن ثابت کا یہ شعر گنگناتے ہوئے آہستہ آہستہ پڑھتے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ٹہلتے بھی جاتے ہیں۔ ے

اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے تعارف کے سلسلہ میں
احمدیوں کی ابتدائی مساعی

مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

لاہوری جماعت احمدیہ نے تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر تیار کرنے کے کام سے خاص دلچسپی لی، ان کے کام کو ہندوبیرون ہند کے تعلیم یافتہ طبقہ میں انگریزی زبان میں ہونے اور اچھے انداز میں پیش کئے جانے کی وجہ سے خاصی مقبولیت حاصل ہوئی، ان مصنفین میں سرفہرست خود جماعت احمدیہ لاہور کے بانی وامیر مولوی محمد علی لاہوریؒ ہیں۔ جنہوں نے انگریزی زبان میں قرآن کا ترجمہ شائع کیا، جدید تعلیم یافتہ حضرات نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا، ان کے قلم سے جو تشریحات وحواشی نکلے ان سے ایسے بہت سے افراد متاثر ہوئے، جن کا اسلام اور علوم اسلام کا مطالعہ براہ راست اور گہرانہ تھا اور جو جدید نظریات وتحقیقات اور سائنس کی ترقی سے مرعوب تھے اور جن کو ایسی کتابوں اور اسلام کی ایسی تشریحات کی تلاش تھی جو ان کی علمی و مذہبی پیاس بجھا سکے، ان کے تفسیری نوٹس میں معجزات اور غیبی حقائق کو طبعی اشیاء اور عام قانون قدرت کے تابع بنانے کا رنگ، مبالغہ آمیزی وانتہا پسندی کی حد تک غالب ہے، خواہ ایسے موقعوں پر عربی زبان اور قرآنی الفاظ ساتھ نہ دے سکیں، انہوں نے اس حقیقت کو بھی نظر انداز کر دیا کہ طبیعات کا علم اور اس کی تحقیقات تغیر پذیر ہیں اور وہ ابھی طفولیت کے مرحلہ سے آگے نہیں بڑھی ہیں۔

مولوی محمد علی لاہوری کی ایک کتاب سیرت نبویؐ کے موضوع پر (MOHAMMAD THE PROPHET) کے نام سے ہے، جو ہندوبیرون ہند میں وسیع پیمانہ پر پڑھی گئی اور تعلیم یافتہ نوجوان، اور یونیورسٹیوں کے ان ساتذہ نے اسے پسند کیا، جن کے سامنے سیرت پر انگریزی میں کوئی اور ایسی کتاب نہ تھی جو نبوت محمدی کی عظمت اور پیغام اسلام سے پردہ اٹھاتی، اور اس ماحول وحالات کی تصویر کشی کرتی جن میں نبوت کا ظہور ہوا، نیز رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کو اختصار و جامعیت کے ساتھ پیش کرتی اس صورت حال سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ صحیح اسلامی کتابوں کا وجود جن سے نوجوان اور تعلیم یافتہ افراد اسلام اور پیغامبر اسلام ﷺ سے متعارف ہوسکیں از حد ضروری ہے، کیونکہ اگر مکمل قابل اعتبار اور معیاری تصنیفات موجود نہیں ہیں تو یہ طبقہ اپنی پیاس ان کتابوں سے بجھائے گا جو بآسانی میسر ہوجاتی ہیں اور جن میں صحیح الخیال طبقہ اور علمائے دین کو قابل اعتراض چیزیں نظر آتی ہیں۔

مولوی محمد علی لاہوری کے بعد ان کے رفیق و ہمعصر اور انگلینڈ میں مشہور ومعروف مبلغ اسلام اور انگریزی کے زبان آور خطیب خواجہ کمال الدین نے اس میدان میں خصوصی شہرت حاصل کی اس سلسلہ میں ان کی دو کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں ایک (THE IDEAL PROPHET) (مثالی نبی) دوسری sources of christianity (ینابیع المسیحیت) یہ بھی اپنے رفیق وامیر مولوی محمد علی لاہوری کی طرح مرزا غلام احمد صاحب کے معتقد ومرید تھے، لندن کا woking Mission سینٹر عرصہ تک ان کی زیر نگرانی اور سرپرستی میں کام کرتا رہا۔

(بحوالہ: اسلامیات اور مغربی مستشرقین ومسلمان مصنفین)

☆☆☆

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مقنن و جج

پروفیسر غلام رسول

دستور اساسی کے معنی

انگریزی لفظ (Constitution) کے لغوی معنی جسمانی ساخت کے آتے ہیں لیکن اصطلاح میں دستور اساسی (Constitution) سے مراد وہ منظور شدہ قواعد وضوابط ہیں۔ جن کے مطابق حکومت کا انتظام وانصرام ہوتا ہے۔ گریٹ (Guret) کہتا ہے۔

''مملکت کا دستور اساسی ان بنیادی اصولوں کا مجموعہ ہے۔ جو حکومت کی نوعیت کا تعین کرتے ہیں بنیادی اصولوں میں وہ طریقہ جس کے ذریعہ مملکت کی تنظیم ہوتی ہے۔ مختلف اعضائے حکومت (Organs of Government) کے درمیان اختیارات کی تقسیم اور فرائض حکومت انجام دینے کا طریقہ کار شامل ہے۔''

دوسری جگہ کہتا ہے ''دستور اساسی ان چند انقلابی اصولوں پر خاص طریقے سے پاس کئے ہوئے رسوم ورواج کے مجموعہ کو کہتے ہیں جن کے مطابق مملکت کی تنظیم ہوتی ہے۔''

دستور اساسی کی اہمیت

قانون سازی کے لحاظ سے دستور اساسی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کوئی حکومت دستور اساسی کے بغیر چل نہیں سکتی۔ اس سے ملک میں امن وامان قائم رہتا ہے۔ لوگ آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں وہ شہریوں کے حقوق وفرائض متعین کرتا ہے عمال حکومت کے اختیارات اور فرائض پر روشنی ڈالتا ہے۔ دستور اساسی کے بغیر ملک میں طوائف الملوکی پھیل جاتی ہے۔ ہر طرف فساد اور لاقانونیت کا دور دورہ ہوجاتا ہے۔ ہر شہری کی جان ومال اور عزت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اس وجہ سے ہر حکومت کے لیے ایک دستور اساسی ہونا ضروری ہے جس کے بغیر وہ چند دن بھی چل نہیں سکتی۔

قانون

انگریزی لفظ (Law) جس کے معنی قانون کے ہیں۔ قدیم جرمن لفظ (Log) سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں منجمد یا ہموار۔ انگریزی میں یہ لفظ یکسانیت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ سائنٹیفک نقطہ نگاہ سے یہ لفظ سبب اور نتیجہ کا تعلق ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً اگر پودے کو پانی نہ دیا جائے تو وہ مرجھا جائے گا۔ پانی نہ دینا سبب ہے اور مرجھانا نتیجہ ہے۔

علم تمدن میں قانون (Law) اس اصول کو کہتے ہیں جس کا تعلق سلطنت سے ہو۔

ارتقائے قانون

جب سے معاشرہ کی بنیاد پڑی ہے۔ اس وقت سے قانون کا اختراع ہوا ہے۔ کیونکہ افراد اور معاشرہ کا ایک گہرا تعلق ہے بلکہ افراد کے بغیر معاشرہ وجود میں ہی نہیں آسکتا۔ افراد اور معاشرہ کے باہمی تعلق اور روابط کو منضبط کرنے کے لیے قواعد وضوابط وضع کیے جانے لگے۔ معاشرہ روابط کے ان قواعد (قانون) کی تشکیل وتدوین شروع ہوگئی۔ اس ضمن میں زمانہ قبل مسیح (2081-2084) میں آسریا اور بابل کے بادشاہ کا مجموعہ تعزیرات موسوم بہ ''تعزیرات حمورابی (Code Hammurabi) اور روما کے احکام دوازدہ (Twelve tables of Rome) مثال کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ تمدنی زندگی کے آغاز میں ہی انسان نے یہ سوچ لیا تھا کہ معاشرتی زندگی بغیر قواعد وضوابط کے چل نہیں سکتی۔ ایک پرانا مقولہ ہے ''جہاں یہ قانون ختم ہوا، وہاں ظلم

وجور کا آغاز ہوجاتا ہے۔''

یہ مقولہ حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے اس وجہ سے جے ہالینڈ کہتا ہے:

''قانون آزادی کے قلعہ کا دربان ہے۔ یہ ہر شخص کے حقوق متعین کرتا اور فرد کی آزادی اور حریت کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ انسان کی آزادی کا ایک زبردست محافظ اور پاسبان ہے اور معاشرے کی بہترین جائے پناہ''۔

قدیم قانون کے تین مراحل ہیں

اول: پہلا مرحلہ اس دور سے تعلق رکھتا ہے۔ جب دنیا میں عدالتوں کا وجود قائم نہیں ہوا تھا۔

دوم: دوسرا مرحلہ اس دور سے تعلق رکھتا ہے جب عدالتیں قائم ہوگئیں اور آئینی قواعد وضوابط کو رسوم ورواج اور دوسری معاشرتی قیود اور پابندیوں سے الگ کردیا گیا، یہ تبدیلی ''زرعی دور'' کے آغاز میں رونما ہوئی۔ اس دور میں قانون کی تنقید کے لیے ایک باقاعدہ ادارہ قائم ہوگیا اور قانون کی ترقی اور تدوین وتشکیل کے لیے ایک خاص ادارہ وجود میں آیا۔

سوم: تیسرا مرحلہ تسوید قانون کا تھا۔ جب عدالتوں کی راہ نمائی کے لیے تعزیری قواعد وضوابط کے مجموعے تیار ہوگئے تاکہ قانون کی تشریح کا کام آسان ہوجائے۔ اس مرحلہ کی نمائندگی تعزیرات حمورابی اور روما کے احکام دوازدہ کرتے ہیں۔ اس دور کے خاتمہ کے بعد قانون رسمیات (Formalism) کے دور میں داخل ہوتا ہے۔ سرہنری مین لکھتے ہیں کہ: ''قدیم قانون کے منضبط ہونے کے ساتھ ہی اس کی ترقی وارتقاء کا خاتمہ بھی ہوگیا۔'' (آئین صفحہ ۲۶)

قانون کی تعریف

قانون سے متعلق نظریات پر بحث کرنے کے بعد انسانی قانون کی تعریف کرنا آسان ہوگیا ہے۔ پس قانون ان قواعد وضوابط کا نام ہے جن کے ذریعہ نظم سلطنت چلایا جاتا ہے اور حکومت اور شہریوں کے مابین تعلق استوار کیا جاتا ہے۔ قانون کے ذریعہ حکومت سے لوگوں کو برے کاموں سے روکا جاتا ہے اور سیدھی راہ کی تلقین کی جاتی رہی ہے۔

مادی نقطہ نگاہ سے قانون افراد کی رضامندی سے مرتب کیا جاتا ہے لیکن اسلامی نقطہ نگاہ سے قانون وہ ضمنی قواعد ہیں جو قوم کی طبعی خصوصیات کے مطابق قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں ایک تفصیلی نظام مرتب کیا جاتا ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے قرآن اور سنت رسول کو چھوڑ کر انسان کے بنائے ہوئے ضوابط قانون میں داخل نہیں ہوں گے۔

الٰہی اور انسانی حقوق میں فرق

۱۔ انسانی قانون اس وقت وجود میں آیا۔ جب لوگ خاندان اور قبیلوں میں بٹ گئے اور افراد نے ایک دوسرے کے حقوق پامال کرنے شروع کردئے۔ حفاظت حقوق کے لیے لوگوں نے چند قواعد واضوابط کی ضرورت محسوس کی۔ خاندان اور قبیلوں کے رسم ورواج نے ان قواعد وضوابط کے لیے موادفراہم کیا۔ اس طرح انسانی قانون کی عمارت تعمیر ہونا شروع ہوگئی۔

اس کے برعکس اسلامی قانون کا آغاز اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں بھیجا اور حضرت آدم علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ وہ باتیں سکھائیں۔ جو اس دور کے لیے ضروری تھیں۔ پھر وقتاً فوقتاً لوگوں کی ہدایت وراہ نمائی کے لیے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ شروع ہوگیا اور اللہ تعالیٰ ہر دور اور زمانے کی ضرورت کے مطابق انبیاء علیہم السلام پر قانون نازل کرتا رہا۔ آخر کار یہ قانون رسول کریم ﷺ پر ہر دور اور زمانے کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے نازل کیا وہ ایک کامل ضابطہ حیات ہے اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔

ارشاد الٰہی کا ترجمہ ہے: ''آج میں نے تمہارا قانون حیات مکمل کردیا ہے اور اپنی نعمت کو پورا کردیا ہے۔ تمہارا دین اسلام کو ٹھہرا کر راضی ہوا ہوں۔'' (المائدہ:۳)

۲۔ انسانی قانون کے لیے کسی فرد واحد یا قوم کی منظوری

اورعدالت کا اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اگران باتوں میں سے کوئی چیز بھی قانون کو حاصل نہ ہوتو اس کی قانونیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس اسلامی قانون کسی کی منظوری کا محتاج نہیں۔ نہ وہ اس بات کا محتاج ہے کہ عدالت اس پر عمل پیرا ہو۔ اگر قوم اور عدالت اس کو تسلیم نہیں کرتی تو وہ خود مجرم ٹھہرتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی کا ترجمہ ہے: ''پس تو لوگوں کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کر اور اس قانون حق کو ترک کر کے جو تمہارے پاس آیا ہے لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔'' (المائدہ:۴۸)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ قوانین کے خلاف کرتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں'' (المائدہ:۵۸)

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ لوگ کافر ہیں۔ (المائدہ:۴۴)

''اس قانون کی پیروی کر جو تیری طرف وحی کیا جاتا ہے۔''
(ہود:۱۰۹)

۳۔انسانی قانون روحانیت اور تقدس کا کوئی پہلو اپنے ساتھ نہیں رکھتا۔ جبکہ اسلامی قانون ہر مسلمان کے لیے واجب ہے۔ اس پر ایمان لانا ضروری ہے اس پر ایمان لائے بغیر دائرہ اسلام میں نہیں رہ سکتا۔

۴۔اسلامی قانون اخلاقی اقدار کی آبیاری کرتا ہے لیکن انسانی قانون کو اخلاقی اقدار سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ہاں انسانی قانون صرف اس وقت حرکت میں آتا ہے۔ جب دوسرے افراد کے حقوق کی پامالی ہو رہی ہو اور نظم حکومت میں کوئی خلل پڑتا نظر آ رہا ہو۔ مثلاً قوانین مروجہ کی نگاہ میں زنا اس وقت جرم ہے۔ جب عورت پر جبر کیا جائے۔ لیکن اسلامی قانون ہر شکل میں زنا کو ناجائز قرار دیتا ہے اور اس کے مرتکب کو سزا دیتا ہے۔

۵۔اسلامی قانون کا ماخذ ذات الٰہی ہے لیکن انسانی قانون کا مصدر انسانی دماغ ہے۔

لیکن انسانی دماغ، جذبات اور ماحول سے متاثر ہو سکتا ہے اس وجہ سے کسی موضوعہ قانون کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ذاتی رجحانات اور تعصّبات سے بالاتر ہے۔

۶۔انسانی قانون میں نہ تو وحدت ہے اور نہ یکسانیت۔ یہ دونوں چیزیں قانون کے لیے ضروری ہیں۔ اس کے برعکس اسلامی قانون میں وحدت اور یکسانیت پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی کا ترجمہ ہے: ''اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس کا نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا، اور جو ہم نے تیری طرف وحی کی اور جس کا ہم نے حضرت ابراہیم اور موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کو حکم دیا کہ دین (قانون) کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔''
(الشوریٰ:۱۳)

۷۔انسانی قانون محدود اصول اور قواعد کی شکل میں وجود میں آتا ہے۔ جوں جوں قوم کی ضروریات بڑھتی ہیں اور نئے نئے مسائل سامنے آتے ہیں۔ قانون موضوعہ میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ نئے اصول اور قواعد بنتے رہتے ہیں گویا قانون موضوعہ کی ترقی رفتار زمانہ کے ساتھ ہے۔

اس کے برعکس اسلامی قانون کلیات اور قواعد کی صورت میں قرآن مجید میں بیان کر دئے گئے ہیں۔ جو کسی زمانہ میں بھی تبدیل نہیں ہو سکتے کہ ارشاد الٰہی کا ترجمہ ہے: ''اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔'' (یونس:۶۴)

لیکن ہر زمانہ کی نئی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے قواعد کلیہ کی روشنی میں ضمنی قواعد بنائے جائیں گے۔ جن کو آج کل کی زبان میں ''بائی لاز'' کہنا چاہئے۔

۸۔اسلامی قانون فطرت انسانی کے مطابق خلق کیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کی بنائی ہوئی فطرت جس پر انسان کو پیدا کیا ہے۔ اسکے برعکس موضوعہ قانون انسان کی طبیعت جذبات رجحانات اور تعصّبات کا مرہون منت ہے۔ اس وجہ سے اسلامی قانون ہر قسم کے معائب سے پاک ہے اور موضوعہ قانون انسانی جذبات اور تعصّبات کی وجہ کر نقائص سے خالی نہیں۔

مصادر قانون: قرآن مجید

رسول کریم ﷺ کا قانون سازی میں پہلا ماخذ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو رسول کریم ﷺ پر تقریباً تیئس سال تک نازل ہوتا رہا۔ اس کلام کی روشنی میں رسول کریم ﷺ نے قانون سازی کی اور اسی کے مطابق قانون سازی کا حکم تھا۔ ارشاد الٰہی کا ترجمہ ہے: ''حکم (قانون) اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں۔'' (یوسف:۴۰)

ایک اور موقع پر فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اس سے ہٹ کر جو تیرے پاس حق آ چکا ہے۔ (المائدہ:۴۸)

''یہ بابرکت کتاب ہے جو ہم نے نازل کیا ہے۔ پس اس کی پیروی کرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (انعام:۱۵۵)

قانون سازی میں قرآن مجید کو اولین ماخذ قرار دیے جانے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں زندگی کے تمام اصول مجملاً و مفصلاً بیان کئے گئے ہیں ارشاد الٰہی کا ترجمہ ہے: ''یعنی ہم نے تجھ پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جو تمام چیزوں کو واضح بیان کرتی ہے۔''

پوری وضاحت کے ساتھ یہ ایک مکمل دستور ہے۔ ارشاد الٰہی کا ترجمہ ہے'' آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے۔ (المائدہ:۲)

سنت و حدیث

اسلامی قانون کا دوسرا مصدر سنت اور حدیث ہے سنت کے معنی لغت میں طریقہ، قاعدہ یا کسی کام کا ڈھب یا زندگی کا اسلوب ہے۔ لیکن اصطلاح میں سنت سے مراد رسول کریم ﷺ کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر کا رنگ رکھتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے احکام الٰہی پر خود عمل کیا پھر صحابہ نے دیکھ کر وہ کام کیا۔ اس کے بعد نسلاً بعد نسلٍ تواتر کے ساتھ عمل ہم تک پہنچا۔

حدیث سے مراد رسول کریم ﷺ کے وہ اقوال ہیں جو راویوں کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں۔ عرف عام میں سنت اور حدیث کے ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ حدیث کی تدوین کی بنیاد رسول کریم ﷺ کے عہد میں پڑ گئی تھی۔

قرآن مجید میں سنت کو قانون سازی کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی کا ترجمہ ہے: ''ہم نے آپ پر ذکر (قرآن) نازل کیا (تاکہ جو تعلیم لوگوں کے لیے بھیجی گئی ہے) وہ ان پر واضح کر دیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔'' (النحل: آیت:۴۴)

''ہم نے آپ پر کتاب (قرآن) سچائی کے ساتھ نازل کر دی ہے تاکہ جیسا جو کچھ اللہ نے بتلا دیا ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔ (النساء:۱۰۵)

''یعنی رسول اللہ ﷺ جو کچھ دے اس کو لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔''

رسول کریم ﷺ کا فرمان

''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک تم انہیں تھامے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے وہ اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔

تمام علماء و محدثین اور فقہا کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ سنت قرآن مجید کی تشریح اور تفسیر ہے۔

رسول کریم ﷺ کے عہد میں ہی صحابہ سنت رسول پر مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔ ترمذی، ابوداؤد، دارمی، بیہقی، ابن سعد، ابن البر نے روایت کی ہے کہ جب رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان سے دریافت کیا کہ اگر تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوا تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ پوچھا اگر کتاب اللہ میں اس کا ذکر نہ ہو تو انھوں نے جواب دیا پھر میں سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

معروف

دنیا کے ہر ملک میں قانون سازی میں رسم و رواج کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ رسول کریم ﷺ نے بھی قانون سازی

میں اچھے رسم ورواج کو اپنایا۔ ارشادالٰہی کا ترجمہ ہے:'' بچے کے باپ پر دودھ پلانے والی کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری دستور کے منافی نہ ہو بلکہ رواج کے مطابق ہو۔'' (بقرہ:۲۳۳)

دوسری جگہ آتا ہے:''اور جو غریب ہو تو دستور کے مطابق اپنا خرچ لے لے۔'' (النساء:۶)

حدیث میں آتا ہے''رسول کریم ﷺ نے بری رسوم سے منع فرمایا اور اچھی رسموں کے قبول کرنے کا حکم فرمایا۔''

ایک موقع پر عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا''یعنی جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس کو وہ برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔''

رسول کریم ﷺ نے قانون سازی میں عرب کی رسم ورواج کو سامنے رکھا۔ جن رسوم میں خیر کا پہلو پایا جاتا تھا۔ اس کو اپنا یا اس پر عمل کیا۔ اور اس سے قانون سازی میں مدد لی۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک روایت ہے۔ اسلام میں جاہلیت کی اچھی باتوں پر عمل کیا جاتا تھا۔

اجتہاد

یہ لفظ جہد سے مشتق ہے جس کے معنی ایک شخص کا انتہائی درجہ تک کوشش کرنا ہے لیکن شرعی اصطلاح میں اس کو سعی بلیغ کہتے ہیں۔ جو مقنن نئے نئے پیش آمدہ مسائل کا حل معلوم کرنے کے لیے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے اس سے کام لے کر اپنے مسائل کا حل کرنا عین اسلام کی روح کے مطابق ہے بلکہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے قرآن نے ان کو چوپاؤں سے تشبیہہ دی ہے ارشادالٰہی کا ترجمہ ہے:''جو لوگ ہمارے (کلام) کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ان کے لیے مخفی حقائق کا راستہ کشادہ کردیتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نئے نئے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے قرآنی آیات پر غور وفکر کیا کرتے اور صحابہ کو بھی یہی تلقین فرماتے اور اسی راستے کو پسند فرماتے۔ حضرت معاذ بن جبل کی مشہور حدیث ہے:

''جب آپ نے اس کو (معاذ بن جبل) کو یمن بھیجا تو فرمایا اگر تمہارے سامنے کوئی مقدمہ آجائے تو کس چیز سے فیصلہ کروگے انہوں نے کہا جو کتاب اللہ میں ہے۔ اس کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا پھر سنت اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا وہ قضیہ ان میں سے نہ ہو جس کا رسول نے فیصلہ کیا ہو۔ اور نہ کتاب اللہ میں اس کا حوالہ ہو تو انہوں نے کہا، اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہیں کروں گا۔'' (ابوداؤد، ترمذی عن معاذ بن جبل)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے:''ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا آپ کے پاس دو شخص آئے آپ نے فرمایا تم ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، آپ کے سامنے میں یہ جرأت نہیں کرسکتا۔ آپ نے فرمایا تم فیصلہ کرو میں نے عرض کیا کیسے فیصلہ کروں آپ نے فرمایا اجتہاد کرو، اگر تم صائب رائے رہے تو دس نیکیاں ملیں گی اور اگر خطا کی تو ایک نیکی۔

یہ دونوں احادیث اس بات پر شاہد ناطق ہیں کہ رسول کریم ﷺ قانون سازی میں اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ابن مسعودؓ سے فرمایا:'' جب تم قرآن اور سنت میں حکم پاؤ تو اس کے مطابق فیصلہ کرو اور جب قرآن وسنت میں حکم نہ پاؤ تو رائے سے اجتہاد کرو۔''

اسلام سے ما قبل شرائع

اسلام سے ماقبل شرائع سے استفادہ زمانہ کے تقاضوں پر مبنی ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ رسول کریم ﷺ ماقبل شرائع سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ یہ استفادہ قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق تھا۔ ارشادالٰہی کا ترجمہ:''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت کی ہے ان کی ہدایت کی پیروی کر۔'' (الانعام)

دوسری جگہ آتا ہے''ہم نے آپ کو وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کیجئے۔''

تاریخ شاہد ہے کہ رسول کریم ﷺ کا طرز عمل یہ تھا کہ اگر کسی بات کے متعلق براہ راست وحی نہ آتی تو آپ اہل کتاب کے طور طریقوں پر عمل کرنا پسند فرماتے تھے۔

قیاس

قیاس کا لغوی معنی ناپنا یا کسی چیز سے مقابلہ کر کے موازنہ کرنا ہے۔فقہ کی اصطلاح میں ''علت کو مدار بنا کر سابقہ فیصلہ اور نظیر کی روشنی میں نئے مسائل حل کرنے کو کہتے ہیں۔

''حکم اور علت میں فرع کو اصل کے مطابق کرنا۔''

(نور الانوار صفحہ ۲۱۴)

یہ تعریف اور بھی واضح ہے یعنی دو مسئلوں میں باتحاد علت ایک کا حکم دوسرے پر لگا دینے کا نام ہے۔شریعت کے تمام احکام کا دارومدار مخصوص اغراض ومصالح پر ہے وہی اغراض اور مصالح ان احکام کی علت ہیں، جب ایک حکم کو دوسرے پر لگایا جاتا ہے مثلاً قرآن مجید میں شراب حرام ہے۔حرمت کی وجہ نشہ ہے اب جو بھی نشہ آور اشیاء ہوں گی ان سب پر شراب کا حکم صادر کر کے حرام قرار دیا جائے گا۔

قیاس کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہے ارشاد الٰہی کا ترجمہ ہے:''یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور انہیں سوائے علم والوں کے کوئی نہیں سمجھتا۔'' (عنکبوت:۴۳)

دوسری جگہ آتا ہے ''تو اے بصیرت والوں عبرت حاصل کرو۔'' (الحشر:۲)

یہ آیات ظاہر کرتی ہیں دنیا کے حالات کو دیکھ کر استنباط کرنا چاہیئے۔ان مسائل کا حل پایا جائے گا۔

رسول کریم ﷺ خود فرماتے ہیں:''جن امور سے متعلق وحی نازل نہیں ہوتی ان کا فیصلہ میں اپنی رائے سے کرتا ہوں۔''

رسول کریم ﷺ بطور جج

معاشرے میں عدل وانصاف کو وہی اہمیت حاصل ہے جو روح کو بدن کے ساتھ ہے اگر روح بدن کا ساتھ چھوڑ دے تو وہ بدن ایک مردہ بدن ہے۔ بدن اسی وقت حرکت اور نشوونما پاتا ہے۔جب تک روح کا تعلق بدن سے قائم ہو۔یہی حالت عدل اور معاشرہ کی ہے۔اگر معاشرہ میں عدل ہے تو معاشرہ زندہ اور قائم ہے اگر معاشرہ سے عدل ختم کر دیا جائے تو معاشرہ اپنی موت خود مر جاتا ہے۔تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ اسی ملک اور قوم نے ترقی کی جس کے عوام کے دروازہ پر عدل وانصاف خود دستک دے اور وہ قوم اور ملک تنزل اور ادبار کا شکار ہو جاتا ہے، جہاں عدل وانصاف کا پودا مرجھا جاتا ہے۔اسلام سے قبل دنیا کے ہر خطہ سے عدل وانصاف ختم ہو چکا ہوا تھا۔ظلم وستم اور بے انصافی کی آندھیاں چل رہی تھیں۔اس دور میں رسول کریم ﷺ نے عدل وانصاف کے پودے کی آبیاری کی۔ اپنوں اور بیگانوں، دوستوں اور دشمنوں کے لیے انصاف کا ترازو یکساں تھا اور کسی طبقے کو بھی انصاف نہ ملنے کا گلہ وشکایت نہیں۔

رسول کریم ﷺ نے صرف قولی طور پر انصاف کی تعلیم نہیں دی۔ بلکہ اسوۂ حسنہ سے بھی عدل وانصاف کے پرچم کو بلند کیا۔

قبیلہ بنی مخزوم کی فاطمہ نامی ایک عورت نے چوری کی تو اس کے عزیزوں کے ایماء پر حضرت اسامہ بن زیدؓ نے اس کی خاندانی عظمت کا حوالہ دیتے ہوئے سزا کو ساقط کرنے کی سفارش کی۔ تو حضور نے فرمایا:''اس جگہ فاطمہ بن محمد بھی ہوتی تو اس کو بھی یہی سزا ملتی۔'' پھر فرمایا:'' تم سے پہلی قومیں اسی لیے تباہ وبرباد ہوئیں کہ انہوں نے انصاف میں امتیاز روا رکھا، بااثر مجرم کو معاف کر دیا جاتا، کوئی غریب جرم کرتا تو اس کو سزا دی جاتی۔''(مشکوۃ)

اسلامی تاریخ میں کئی ایسی امثلہ ملتی ہیں کہ حضور ﷺ کی عدالت میں مسلم اور غیر مسلم کا مقدمہ پیش ہوا اور غیر مسلم کو حق پر سمجھتے ہوئے مسلم کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ ہجرت کے فوراً بعد یہود سے جو''میثاق مدینہ'' ہوا اس کی آخری شرط یہ تھی کہ'' باہم آئندہ کوئی جھگڑا اور اختلاف پیدا ہوا تو وہ فیصلہ کے لیے حضور کے سامنے پیش کیا جائے گا اور آپ ﷺ کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا''۔غور کیجئے اپنے تو اپنے غیروں کو بھی رسول کریم ﷺ کے عدل وانصاف پر کس قدر اعتماد تھا۔

☆☆☆

حضور ﷺ کا وسعت نظری اور وسعت قلبی

مولانا صدرالدین مرحوم

چونکہ وسعت قلب اور وسعت نظر کے بغیر ایک قوم کا دوسری قوم سے محبت رکھنا ناممکن ہے۔ اس لیے حضورؐ نے وسعت قلبی اور وسعت نظری کی تعلیم وتلقین فرمائی۔ فرمایا یہ حقیقت ہے ہر قوم میں ربانی معلم ہوئے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کی تعلیم کی برکت سے اور ان کے عملی نمونہ کی برکت سے قوم میں نیک و بزرگ ہستیاں پیدا ہوئیں، اس لئے جائز نہیں کہ کوئی قوم اپنے تئیں تمام قوموں سے برتر سمجھے۔ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ کسی قوم کو جبلی طور پر حقیر و ذلیل سمجھا جائے۔ فرمایا: ''لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیراً منھم۔'' کسی قوم کو دوسری قوم سے نفرت نہیں کرنا چاہئے ممکن ہے جس قوم سے نفرت کی جاتی ہے وہ نفرت کرنے والی قوم سے بہتر ہو۔ اہل مغرب عام طور پر اہل مشرق کو اپنے سے بہت کمتر یقین کرتے ہیں۔ لیکن ان کے سامنے مشرق کے طالب علم مغرب کی یونیورسیٹیوں میں امتیازی کامیابی حاصل کر کے ثابت کرتے ہیں کہ اہل مشرق ذہانت میں اہل مغرب سے کسی طرح کم نہیں اور روحانیت کے تو تمام معلم مشرق میں ہی پیدا ہوئے ہیں۔ اور موجودہ زمانہ میں بھی اہل مغرب نے بعض ہندوؤں اور بعض مسلمانوں کو روحانیات کا گرو تسلیم کیا ہے۔ یورپ نے مصر کے محمد عبدہ کو اور ان کے استاد جمال الدین افغانی کو ذہانت اور اخلاق کے بارے میں نہایت بلند پایہ تسلیم کیا ہے۔ علامہ اقبال کو یورپ و امریکہ دونوں نے اعلیٰ درجہ کا فلسفی اور شاعر تسلیم کیا ہے۔ اور ان کی تعظیم وتکریم کے گن گائے ہیں، ان حقائق کے پیش نظر قرآن کریم کی یہ تعلیم یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منھم '' کس قدر صحیح اور کس قدر صداقت پر مبنی ہے۔ مفید ہے۔ اسی نظریہ کے ایک اور پہلو کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔ ''وممن خلقنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون ''اور ساری کی ساری انسانیت میں جس کو ہم نے پیدا کیا ہوا ہے ایسا گروہ ملتا ہے جو نہ صرف خود ہی اہل حق ہوتا ہے بلکہ لوگوں کو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور حق کی روشنی میں عدل وانصاف قائم کرتا ہے۔ کہاں وہ لوگ جو انسانیت کو گناہ میں لتھڑا ہوا یقین کر کے انسانیت کو ذلیل کرتے ہیں اور کہاں وہ شخصیت جو ساری انسانیت کی تعظیم وتکریم قائم کرنے کے اعتقادات ونظریات کی نشر واشاعت کرتی ہے۔ یہ شخصیت قوموں کی اخلاقی بیماریوں کا مداوا ہے یہ شخصیت اعلان کرتی ہے۔ انی بعثت لا تمم مکارم الاخلاق " یعنی میری بعثت کی غرض یہ ہے کہ میں اخلاق فاضلہ کو کمال تک پہنچاؤں۔

ایک اہم قابل اصلاح امر جو دنیا بھر کی اقوام کو درپیش ہے۔ امیر وغریب کا مسئلہ ہے۔ بڑے زمیندار اور اس کے مزارعین کا معاملہ، سرمایہ دار اور مزدور کا معاملہ، آقا اور غلام کا معاملہ، بادشاہ اور رعیت کا معاملہ ہے۔ جس واحد شخصیت نے ان تمام مشکل امور کی اصلاح کر دکھائی وہ حضور رسول کریم ﷺ ہیں حضور کے دل میں یہ دیکھ کر درد پیدا ہوا کہ بعض بیکسوں کے حقوق پائمال ہوتے ہیں اور وہ مزارع ہیں، مزدور ہیں، غلام ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس طبقہ کے لوگوں پر سختی کی جاتی ہے۔ اور ان کو ذلیل وحقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان کو انسانیت کا درجہ نہیں دیا جاتا۔ ان سے تمام قسم کے محنت ومشقت کے کام لئے جاتے ہیں تاکہ امیر طبقہ کے لوگوں کے لیے دولت فراہم ہو جائے اور ان کی آسائش کے سامان مہیا ہوں۔ حضور کے دلی درد کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ ''عزیز علیہ ماعنتم'' امور لوگوں کے دکھ کا موجب ہیں وہ حضور پر گراں گزرتے ہیں اور جب تک غرباء کے دکھ کا مداوا نہ کرلیں انہیں چین نہیں پڑتا۔ دنیادار لیڈر کسانوں کو اور مزدوروں کو امراء کے خلاف اکسا کر قوم کے دونوں حصوں میں تصادم پیدا کرتے ہیں جس سے امراء کو جانی ومالی نقصان پہنچتا ہے۔ لیکن حضور ﷺ کے نزدیک ایسا کرنا غیر مناسب تھا وہ قوم کے دونوں حصوں میں اتحاد پیدا کرنے کا ارادہ رکھتے تھے کیونکہ امراء اور غرباء

دونوں کے وجود قوم کے لیے ازبس ضروری ہوتا ہے، اس اہم کام کو حضور نبی کریم ﷺ نے نہایت دانشمندی سے انجام دیا۔ حضور نے امراء کو مخاطب کر کے ان جامع الفاظ میں تلقین فرمائی۔ ''تنصرون وترزقون بضعفاء کم'' یعنی غرباء کی وجہ سے تمہاری ہر طرح کی نصرت کی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے تمہاری روٹی اور معیشت کے سامان مہیا ہوتے ہیں محنت ومشقت کے تمام کام غرباء ہی سرانجام دیتے ہیں۔ کان کنی کا کام نہایت مشکل حالات میں وہی کرتے ہیں۔ پہاڑوں کے پتھر وہ توڑتے ہیں جنگلات کاٹتے ہیں ریلوں کی پٹریاں تیار کرتے ہیں۔ جہاز سازی ان کی محنت کا نتیجہ ہے۔ بستیاں ان کی وجہ سے آباد کی جاتی ہیں۔ سڑکیں وہی کوٹتے ہیں، کارخانے ان کی محنت سے تیار ہوتے ہیں اور ان ہی کی برکت سے چلتے ہیں۔ اور ان ہی کی وجہ سے کارخانوں سے دولت پیدا ہوتی ہے جو کارخانوں کی مالکوں کی عزت وشان اور آرام وآسائش کا باعث بنتی ہے اور اسی طرح ترزقون کے الفاظ اس امر کو ادا کرتے ہیں کہ امراء کو روٹی اور معیشت کے سامان ہرگز ہرگز میسر نہیں آسکتے۔ اگر مزدور محنت شاقہ اپنے ذمہ نہ لیں اور دن رات کھیتوں میں کام نہ کریں تو معیشت کے سامان میسر نہیں آسکتے۔ نہریں اور کنویں وہی تیار کرتے ہیں۔ جن سے کھیت سیراب ہوتے ہیں۔ پھر کھیتوں کو آراستہ کرنے کے لیے نہ رات دیکھتے ہیں نہ دن، وہ اس میں برابر کام کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کی محنت ومشقت سے امراء کی معیشت کا سامان پیدا ہوتا ہے اور ان کی پیدا کردہ خام اشیاء سے امراء کے لیے دولت مہیا ہوتی ہے یہ حقائق ثابت کرتے ہیں کہ غرباء قوم کا ایک نہایت اہم اور مفید حصہ ہیں جن کے بغیر امراء کا زندہ رہنا محال ہے۔ اس ضمن میں حضور ﷺ نے فرمایا ارحموا من فی الارض یرحکم من فی السماء. زمین پر جو بے نوا ہیں ان پر رحم کرو تا کہ آسمان والا تم پر رحم کرے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابتغونی فی الضعفاء. اگر تم مجھے ملنا چاہتے ہو تو مجھے غرباء میں تلاش کرو۔ اور فرمایا خولکم اخوانکم تمہارے نوکر چاکر تمہارے بھائی ہیں۔ من کان اخوۃ تحت یدہ جس شخص کا بھائی اس کے ماتحت ہو اس کو وہی کھانے دے جو وہ خود کھاتا ہو۔ فلیطعمہ مما یاکل. اور اس کو وہی کپڑے دے جو وہ خود پہنتا ہو۔ فلیلبسہ مما یلبس. اور فرمایا ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔ ولا تکلفون فوق طاقتھم وان کلفتموھم فاعینوھم یعنی اگر تم نے ان کی طاقت سے زیادہ کام لیا تو اس کا ہاتھ بٹاؤ اور ولا یعذبہ اس کو سزا نہ دے علاوہ اس تلقین کے حضور نے اس شاہی خزانہ میں غرباء کا حصہ رکھ دیا تھا تا کہ ان کو مایحتاج کے بارے میں تکلیف نہ ہو، حضور نے غرباء کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لئے زکوۃ مقرر کر دی ہے، اور اسی مقصد کے پیش نظر عید الفطر کے موقع پر مسلمانوں کو نماز سے پیشتر فطرانہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ اعلان بھی حضور نے کیا تھا۔ من مات وترک مالا فلورثتا. جو شخص مرجائے اور پیچھے مال چھوڑ جائے وہ مال ان کے وارثوں کا ہوگا۔ لیکن ومن مات وترک دینا او ضیاعاً. جو شخص مرتے وقت اپنے سر پر قرض چھوڑ جائے یا چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آجائیں ان کا قرضہ ادا کرنا میرے ذمے ہوگا اور بچوں کی تربیت کا خرچ میرے ذمے ہوگا۔

اس تلقین سے حضور نے عرب کے رؤسا اور قبائل کے سرداروں کو متاثر کیا اور وہ غرباء کو قوم کا قابل قدر حصہ یقین کرنے لگے۔ جب انہوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ رسول خدا ﷺ غرباء سے عملاً محبت کرتے ہیں اور ان کے ساتھ گھل مل کر بیٹھتے ہیں تو ان کے یقین میں اضافہ ہوا ہاں بعض نے اس پر عمل کرنا ملک کی روایات کے برخلاف پا کر اعتراض کیا۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح آج یورپ کے رؤسا غرباء کے ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا اپنی ذلت کا باعث سمجھتے ہیں اور اہل یورپ کے دلوں میں تبدیلی پیدا کرنا جس طرح آج مشکل ہے۔ اسی طرح عرب کے امراء کے دلوں میں اس قسم کی تبدیلی پیدا کرنا اس وقت بھی مشکل تھا۔ انہوں نے کہا کہ محمد کی مجلس میں چونکہ غرباء بیٹھتے ہیں اس لئے ہمارا ان کے درمیان بیٹھنا امر محال ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ہماری کسر شان ہے۔ کیا ہم محمد کی طرح غریبوں کے ساتھ مل کر کھانا کھائیں گے۔ ہم سے ایسی ذلت برداشت نہیں ہوسکتی۔ ان واقعات کے پیش نظر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔ ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی ویریدون وجھہ یعنی اے پیغمبر امراء کی خاطر غرباء وضعفاء کو اپنی مجلس سے نہ نکال دینا۔ غرباء ضعفاء تو خدا کی رضا کی خاطر دن رات اس کے سامنے سربسجود رہتے ہیں اس لئے غافل

امراء کے مقابلہ غریب خداپرست زیادہ تکریم کے مستحق ہیں اور فرمایا ان کے ساتھ صرف رواداری رکھنا کافی نہ ہوگا بلکہ آپ کی نظر عنایت سے وہ کبھی محروم نہ ہوں۔اس لیے مزید فرمایا و لا تعد عيناك عن الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدو ن وجهه یعنی ان بے نواؤں بیکسوں سے اپنی نظر عنایت نہ ہٹالینا جو دن رات رضاالٰہی کے حصول کے لیے اس کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں اس وجہ سے حضور برابر غربا اور مساکین سے خصوصی محبت کرتے اور ان کی بہبود کے لیے مصارف برداشت کرتے رہتے تھے،مسکینوں اور بیواؤں کے ساتھ ہمدردی کرنا حضور نبی کریم ﷺ کی جبلت میں مرکوز تھا۔جس کی بناء پر ان کی رفیقہ حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ان کو تسلی دی تھی۔اس کا ذکر ذیل کی سطور میں درج کیا جاتا ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کی اصلاح کرنے کا اہم کام آپ کے سپرد کیا تو حضور اس مشکل ترین کام کے سپرد کئے جانے پر نہایت غمگین ہوئے۔کیونکہ آپ کی قوم غیر تعلیم یافتہ تھی اور شدت کے ساتھ اپنی روایات پر قائم تھی اور عادات رذیلہ کی غلام تھی۔ایسی قوم کی اصلاح جس کی گھٹی میں بت پرستی ہو اور جو بات بات پر مشتعل ہو جاتی ہو اور قتل ومقاتلہ پر آمادہ ہو جاتی ہو جو قوم جوا کھیلنے،شراب پینے پر فخر کرتی ہو،اس قوم کے راسخ اعتقادات اور پختہ عادات کے خلاف آواز اٹھانا ان کی دشمنی مول لینا اور اپنے تئیں موت کا نشانہ بنانا تھا،اس کام کی گونا گوں مشکلات ومصائب کے تصور سے حضور بے حد پریشان ومغموم ہوئے اور اس کا اظہار حضرت خدیجہ کو مخاطب کر کے یوں فرمایا ''خشيت علی نفسي ''اس کام کی اہمیت اور اس کی مشکلات کے سامنے میری جان بچتی نظر نہیں آتی۔اس پر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایسے برجستہ اور معقول کلام سے آپ کو تسلی دی۔جو حقیقت پر مبنی تھا اور حقیقت پر مبنی ہونے کے باعث حضور نبی کریم ﷺ کی تسلی کا باعث ہوا۔انہوں نے کہا ''لا واللہ لا يخذيك اللّٰـه ابدا'' ایسا ہر گز نہیں ہوگا۔خدا ایسے شخص کو کبھی رسوا نہیں کرے گا جو صادق ہو،مہمان نوازی جس کی جبلت میں مرکوز ہو، جو بے کسوں اور بے نواؤں کا بوجھ اٹھاتا ہو اور محتاجوں کی ضروریات پوری کرتا ہو جو قحط ووبا جیسی آفات کے وقت قوم سے غمگساری کرتا اور ان کی امداد کرتا ہو ایسے شخص کو خدا کبھی نامراد نہیں کرے گا۔آپ تسلی رکھیں۔اس تسلی آمیز تقریر میں حضرت خدیجہ نے حضور ﷺ کی اس جبلت کا نقشہ کھینچا تھا جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔

غرض غرباء ضعفاء مساکین وبیکسوں کی بہبود کے لئے حضور کے دل میں بے پناہ جذبہ تھا اسی قسم کی گواہی آپ کے چچا ابوطالب کی اس تقریر میں ملتی ہے جو انہوں نے اپنے بھتیجے کی شادی کے موقع پر قبائلی عرب کے بھرے مجمع میں کی تھی۔اس تقریر میں حضور کے وہ مناقب بیان کئے تھے جن کے لوگ معترف تھے۔لیکن زیر بحث مضمون کے متعلق جو شعر ان کی زبان پر جاری ہوا وہ یہ تھا۔'' وابيض يستسقىٰ الغمام بوجهه. ثمال اليتامىٰ عصمت الارامل. یعنی محمد ﷺ کے نورانی چہرے کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتامیٰ اور بیوگان اور بیکسوں کے لیے ملجا وماویٰ ہے،حضور کے ان اعمال کا اعتراف کرنے والے نہ صرف ان کے قریبی رشتہ دار ہیں،جنہوں نے سالہا سال ان کی ان صفات محمودہ کا مشاہدہ کیا۔بلکہ سرداران قوم کو بھی اعتراف ہے کہ محمد الامین ہیں۔اور صادق مصدوق ہیں۔یقیناً وہ ان اعمال کے بجالانے میں مشہور ومعروف تھے جن کا ذکر مجمع میں ہوا۔غربا کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:ونريدان نمن علی الذين استضعفوا فی الارض .ہمارا ارادہ ہے کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جن کو اہل زمین نے کمزور سمجھ رکھا ہے خدا تعالیٰ نے اس مبارک ارادہ کو انجام دینے کے لئے ایسا پیغمبر منتخب کیا جس کی جبلت میں پہلے سے ہی مساکین کی بہبود کا ولولہ موجزن تھا۔چنانچہ حضور ﷺ اس اہم اور مشکل کام کے سرانجام دینے میں باحسن وجوہ کامیاب ہوئے۔

(ماخوذ:محمد ﷺ زمانہ حال کے پیغمبر،ص:۸۷تا۹۱)

☆☆☆

آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کا مقام

امام الزماں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمۃ اللہ علیہ

جس طرح پر یہ قاعدہ ہے کہ وہی طبیب وحاذق اور دانا سمجھا جاتا ہے جو سب سے زیادہ مریض اچھا کرے اسی طرح انبیاء علیہم السلام سے وہی افضل ہوگا جو روحانی انقلاب سب سے بڑھ کر کرنے والا ہو اور جس کی تاثیرات کا سلسلہ ابدی ہو۔

اب اس محک پر رسول اللہ ﷺ کی کامیابی اور مسیحؑ کی کامیابی کو دیکھو۔ ایک موقع مسیح پر مشکلات کا آتا ہے وہ قوم اور جماعت جو اس نے تیار کی تھی وہ اپنا کیا نمونہ دکھاتی ہے۔ انجیل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بارہ خاص شاگرد جو حواری کہلاتے تھے اس کو چھوڑ بیٹھے اور جوان میں بھی خاص تھے ایک تیس روپے کے لالچ سے اس کو گرفتار کرانے والا ٹھہرا، اور دوسرا جس کو بہشت کی کنجیاں دی گئی تھیں وہ سامنے لعنت بھیجتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر نکلتے ہیں مگر وہ اس قوم کو کجرو کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بات بات پر اعتراض کرنے والی اور انکار کرنے والی قوم تھی یہاں تک کہ کہہ دیا ''اذھب انت وربك فقاتلا انا ھھنا قاعدون.(المائدہ:۲۵) مگر اسکے بالمقابل آنحضرت کی جماعت کو دیکھو کہ انہوں نے بکریوں کی طرح اپنا خون بہادیا اور آنحضرت ﷺ کی اطاعت میں ایسے گم ہوگئے کہ وہ اس کے لئے ہر ایک تکلیف اور مصیبت اٹھانے کو ہروقت تیار تھے۔ انہوں نے یہاں تک ترقی کی کہ رضی اللہ عنھم ورضوعنه (البینۃ:۹) کا سٹیفکیٹ ان کو دیا گیا۔

پس صحابہ کرامؓ کی وہ پاک جماعت تھی جو اپنے نبی ﷺ سے کبھی الگ نہیں ہوئی اور وہ آپ کی راہ میں جان دینے سے بھی دریغ نہ کرتی تھے اب ان کی نسبت آیا ہے، منھم من قضیٰ نحبه ومنھم من ینتظر (الاحزب:۲۴) یعنی بعض اپنا حق ادا کر چکے اور بعض منتظر ہیں کہ ہم بھی اس راہ میں مارے جاویں۔ اس سے آنحضرت ﷺ کی قدر وعظمت معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہاں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آنحضرت ﷺ کی سیرت کے لئے روشن ثبوت ہیں۔ اب کوئی شخص ان ثبوتوں کو ضائع کرتا ہے تو وہ گویا آنحضرت ﷺ کی نبوت کو ضائع کرنا چاہتا ہے پس وہی شخص آنحضرت ﷺ کی سچی قدر کر سکتا ہے جو صحابہ کرامؓ کی قدر کرتا ہے جو صحابہ کرامؓ کی قدر نہیں کرتا وہ ہرگز ہرگز آنحضرت ﷺ کی قدر نہیں کرتا وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اگر کہے کہ میں آنحضرت ﷺ سے محبت رکھتا ہوں کیونکہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت ﷺ سے محبّ ہو اور پھر صحابہ کرامؓ سے دشمنی۔

جو لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا سمجھتے ہیں اور ان سے دشمنی کرتے ہیں وہ فی الحقیقت رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کرتے ہیں کیونکہ وہ آپ کی نبوت کے روشن دلائل کو توڑتے ہیں۔ جب ایک ٹانگ ٹوٹ جاوے تو باقی کیا رہ جاتا ہے۔ اگر آپ اپنے سارے زمانہ رسالت میں دو چار آدمی بھی معاذ اللہ ایسے تیار نہیں کر سکے جو اعلیٰ درجہ کے باخدا انسان ہوں اور جنہوں نے اعلیٰ درجہ کی روحانی تبدیلی کر لی ہو تو پھر آپ کی قوت قدسی کا کیا ثبوت رہ جاوے گا۔ پھر اگر دوسرے لوگوں کے اعتراضوں کو دیکھا جائے جو وہ ان پر کرتے ہیں تو پھر معاذ اللہ ایک بھی راستباز آپ کی تعلیم سے ثابت نہیں ہوتا۔ بیاضیہ (خوارج) حضرت علیؓ کو معاذ اللہ مرتد کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کر لیا حالانکہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے منع بھی فرمایا تھا۔ اس اعتراض کا جواب شیعہ کیا

دے سکتے ہیں۔ اسی طرح پر بیاضیہ کے اعتراض ایسے ہیں کہ ان کو سن کر بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔

ادھر شیعہ ہیں کہ وہ شیخین کی ذات پاک پر شوخی کے ساتھ اعتراضات جمع کرتے ہیں لیکن اگر یہ دونوں فریق خدا ترسی اور روحانیت سے کام لیتے تو ایسا نہ کرتے۔ وہ دیکھتے کہ آنحضرت ﷺ ایک جسم کی طرح ہیں اور صحابہ کرامؓ آپ کے اعضاء ہیں۔ جب اعضاء کاٹ دیئے جاویں تو پھر باقی کیا رہ گیا۔ جسم ناقص رہ جاتا ہے اور خوبصورتی بھی باقی نہیں رہتی۔

ان باتوں کو سن سن کر بدن پر لرزہ پڑتا ہے اور مسلمانوں کی حالت پر افسوس آتا ہے کہ وہ اپنی اس قسم کی کارروائیوں سے بھی دشمنوں کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقعہ دیتے ہیں اور ان کی زبانیں کھلتی ہیں بلکہ وہ اپنے ہاتھ سے اسلام کی جڑ کاٹ رہے ہیں، اور نہیں سمجھتے کہ اس قسم کی اندرونی کمزوریوں اور خرابیوں نے یہ ضرورت پیدا کی کہ خدا تعالیٰ اپنے دین کی تائید اور نصرت کے لیے ایک سلسلہ قائم کردے جو ان غلط فہمیوں کو دلوں سے دور کردے۔ یہی غرض ہے میرے آنے کی جو سعید الفطرت ہیں وہ اس حقیقت کو سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

میں پھر کہتا ہوں کہ یہ بات بڑی ہی قابل غور ہے یہ لوگ جو مسلمان کہلا کر صحابہ کی ذات پر حملہ کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک پر حملہ کرتے ہیں اور قرآن شریف کی عزت پر حملہ کرتے ہیں غیر قوموں خصوصاً عیسائیوں کے بالمقابل ہمارا یہی زبردست دعویٰ ہے کہ آپ کی پاک تعلیم اور صحبت نے ایسی اعلیٰ درجہ کی روحانیت پیدا کی، اور بالمقابل مسیح کے بارہ حواری بھی درست نہ رہ سکے۔ لیکن جب یہ عقیدہ ہو کہ بجز ایک یا دو کے آنحضرت ﷺ کی پاک صحبت میں کسی کی بھی اصلاح نہیں ہوئی تو پھر ہم کو منہ دکھانے کی بھی جگہ نہیں رہتی۔ اس صورت میں ہم ان کے سامنے کیا پیش کرسکتے ہیں؟ قرآن شریف کی اس سے کیا عزت رہی۔ ایک طرف تو ہم یہ مانتے اور پیش کرتے ہیں کہ قرآن کریم خاتم الکتب ہے اور آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء، اور نبوت ختم ہو چکی۔ دوسری طرف اس کی تاثیرات کو یہیں تک ظاہر کرتے ہیں کہ ایک آدمی کے سوا کوئی درست نہ ہوسکا، اور جب اس پر ان اعتراضوں کو جمع کیا جاوے جو مخالف کرتے ہیں تو پھر نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک بھی درست نہیں ہوا بلکہ سارے مرتد ہو گئے۔

اس عقیدہ کی شناعت کو خوب غور سے سوچو کہ اس کا اثر اسلام پر کیا پڑتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے تو یہ یوں مخالف ہوئے اور قرآن شریف کے برخلاف اس طرح پر کہ کہتے ہیں کہ اصل قرآن شریف نہیں رہا۔ جواب موجود ہے وہ محرف مبدل ہو گیا ہے اور اصل قرآن مہدی کسی غار میں لے کر چھپا ہوا ہے، اب تک نہیں نکلتا، دنیا گمراہ ہو رہی ہے اور اسلام پر حملے ہو رہے ہیں۔ مخالف ہنسی کرتے ہیں اور خطرناک توہین کررہے ہیں اور مسلمانوں کے ہاتھ میں بقول ان کے قرآن شریف بھی نہیں ہے اور مہدی ہی ہے کہ وہ غار سے ہی نہیں نکلتا۔ کوئی سمجھدار آدمی خدا تعالیٰ سے ڈر کر ہمیں بتائے کہ کیا یہ بھی دین ہوسکتا ہے اور اس سے کوئی آدمی روحانی ترقی کرسکتا ہے۔ یہ محض افسانے اور خیالی باتیں ہیں۔ حقیقت اور سچ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اعلیٰ درجہ کی روحانی قوت اور تاثیر کے ساتھ بھیجا تھا جس کا اثر ہر زمانہ میں پایا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو خدمت اسلام کی ہے اور جس طرح پر انہوں نے اپنے خون سے اس باغ کی آب پاشی کی ہے اس کی نظیر دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملے گی۔ ان کی خدمات اسلام کے لئے نہایت ہی قابل قدر اور اعلیٰ درجہ کی ہیں اور جب خدا تعالیٰ کے دین میں سستی واقع ہونے لگتی ہے اور کمی فہم یا مرور زمانہ کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہو کر یہ پاک دین بگڑنے لگتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ ایک شخص کو مامور کر کے بھیجتا ہے جو اس کے بلائے بولتا ہے اور روح القدس کی تائید اس کے ساتھ ہوتی ہے وہ ان غلط فہمیوں اور خرابیوں کو دور کرتا ہے جو علمی طور پر دین میں پیدا ہو جاتی ہیں اور اپنے عملی نمونہ اور قدسی قوت کے ساتھ ایک نیا ایمان دنیا کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر بخشتا ہے۔ (باقی صفحہ 24 پر)

انسانی تاریخ کی سب سے مؤثر شخصیت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مائیکل ایچ ہارٹ

دنیا کی انتہائی موثر کن شخصیتوں کی فہرست میں محمد ﷺ کا نام سرفہرست رکھنے کا میرا انتخاب میرے کئی قارئین کے اعتراضات و سوالات کا باعث ہوسکتا ہے۔ مگر تاریخ میں آپ واحد شخصیت ہیں جو دینی اور غیر دینی دونوں محاذوں پر انتہائی کامیاب ہیں۔

کمزور اور پسماندہ بنیادوں سے محمد ﷺ نے دنیا کی عظیم ترین مذاہب میں سے ایک مذہب کو روشناس کرایا اور اس کو فائدہ بھی کیا اور انتہائی طاقتور سیاسی رہنما بن گئے۔ آج آپ کی وفات کے ۱۴۰۰ سو سال بعد بھی آپ کا اثر ونفوذ اسی طرح طاقتور اور قائم ہے۔

اس کتاب میں جن شخصیتوں کو شامل کیا گیا ان کو یہ فائدہ حاصل تھا کہ وہ سیاسی، تمدنی اور علمی مراکز میں پروان چڑھیں۔ محمد ﷺ ۵۷۰ء میں جنوبی عرب کے شہر مکہ میں پیدا ہوئے جو اس وقت پسماندہ علاقہ تھا اور علم و ثقافت وصنعت وتجارت اور فنون لطیفہ کے مراکز سے بہت دور تھا۔ چھ سال کی عمر میں یتیم ہونے کے بعد آپ کی پرورش ایک باادب اور باحیا ماحول میں ہوئی۔ اسلامی روایات ہمیں بتاتی ہیں کہ آپ ان پڑھ تھے، آپ کی اقتصادی حالت اس وقت بہتر ہوئی جب آپ نے ۲۵ سال کی عمر میں ایک خوش حال بیوہ سے شادی کی تاہم چالیس سال کی عمر کو پہنچنے تک بہت کم ایسے آثار تھے جو یہ ظاہر کرتے کہ آپ ایک ممتاز شخص ہیں۔

عرب اس وقت کئی خداؤں کو مانتے تھے، مکہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کی تھوڑی سی تعداد بھی آباد تھی۔ جب آپ چالیس سال کے ہوئے تو آپ کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ خدا آپ سے کلام کرتا ہے اور اس خدا یعنی اللہ نے انہیں سچا دین پھیلانے کے لئے منتخب کیا ہے۔

تین سال تک محمد ﷺ اپنے قریبی دوستوں اور اہل وعیال میں تبلیغ کرتے رہے۔ پھر ۶۱۳ میں آپ نے عوام میں تبلیغ شروع کردی۔ آہستہ آہستہ لوگ آپ کو مانتے گئے مگر ساتھ ہی مکہ کے سرداروں نے آپ کو اپنے لئے ایک خطرہ تصور کرنا شروع کردیا۔ ۶۲۲ عیسوی میں اپنی حفاظت کے پیش نظر محمد ﷺ مکہ سے سو میل شمال کی جانب مدینہ چلے گئے۔ جہاں آپ کو ایک سیاسی طاقت دینے کی پیشکش کی گئی تھی۔

یہ روانگی جو ''ہجرت'' کہلاتی ہے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا اہم موڑ تھی۔ مکہ میں آپ کے پیروکار بہت کم تھے، مدینہ میں پیروکار بہت بڑھ گئے اور جلد ہی آپ نے بااختیار حکمراں کی حیثیت اختیار کرلی۔ آئندہ چند سالوں میں جبکہ رسول اللہ ﷺ کے پیروکار تیزی سے بڑھتے گئے مکہ اور مدینہ کے درمیان چند ایک جنگیں لڑی گئیں جو محمد ﷺ کی مکہ کی فاتحانہ واپسی پر ختم ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بقیہ اڑھائی سالہ زندگی میں عرب قبیلے تیزی سے اس نئے مذہب میں داخل ہوتے گئے۔ جب ۶۳۲ میں محمد ﷺ فوت ہوئے تو آپ جنوبی عرب کے بااثر حکمراں تھے۔ عرب کے بدو قبیلے بڑے خونخوار قسم کے جنگجو تھے لیکن ایک تو ان کی تعداد کم تھی دوسری وہ نااتفاقی اور خانہ جنگی کا شکار رہتے تھے اس لئے وہ شمال میں زرخیز علاقوں کی عظیم سلطنتوں کی فوجوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ بہرحال تاریخ میں پہلی بار محمد ﷺ کے ذریعہ متحد ہونے پر اور ایک خدا پر مکمل یقین رکھنے کی وجہ سے ان چھوٹی چھوٹی عرب فوجوں نے انسانی تاریخ کی انتہائی حیرت انگیز فتوحات کا سلسلہ شروع کردیا۔ عرب کے شمال مشرق میں ساسانیوں کی عظیم سلطنت فارس قائم تھی اور شمال مغرب میں بازنطینی یا مشرق رومی سلطنت تھی جس

کا مرکز قسطنطنیہ تھا۔ تعداد کے لحاظ سے عرب اپنے دشمنوں کے ہم پلہ نہ تھے۔ اس کے باوجود میدان جنگ میں عربوں نے جلد ہی عراق، شام اور فلسطین فتح کر لیے۔ ۶۴۲ء میں مصر کو بازنطینی سلطنت سے چھین لیا گیا اور ۶۳۷ میں قادسیہ اور ۶۴۲ میں نہاوند کے مقام پر ایرانی فوجوں کو تباہ کر دیا گیا۔

یہ عظیم ترین فتوحات جو محمد ﷺ کے قریبی دوست ابوبکرؓ اور عمرؓ ابن خطاب کی زیر قیادت ہوئیں، حرف آخر نہ تھیں، ۷۱۰ء میں عربوں نے شمالی افریقہ سے بحر اوقیانوس تک علاقہ فتح کر لیا۔ وہاں سے وہ شمال کی طرف مڑے اور آبنائے جبرالٹر عبور کرتے ہوئے اسپین کی دسگوتھ حکومت کو فتح کر لیا۔

اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسلم فوجیں تمام مسیحی یورپ کو فتح کر لیں گی۔ لیکن ۷۳۲ میں مسلمانوں کو فرانس میں ٹورز کے مقام پر فرینکس کے ہاتھوں شکست ہوئی۔ اس دوران یہ بدو قبائل جو محمد ﷺ کی زبان سے نکلے ہوئے کلام کے زیر اثر تھے، ہندوستان کی سرحدوں سے لے کر بحر اوقیانوس تک ایک اتنی بڑی سلطنت بنا چکے تھے جس کی مثال تاریخ آج تک پیش نہیں کر سکی اور جہاں جہاں یہ فوجیں گئیں وہاں کی کثیر آبادی جوق در جوق ان کے مذہب میں داخل ہو گئیں۔

اب ان فتوحات میں کوئی باقی نہیں۔ ایرانی رسول اللہ ﷺ کے دین کے وفادار ہونے کے باوجود عربوں سے آزادی حاصل کر چکے ہیں۔ اسپین میں سات صدیوں کے بعد مسیحی فوجوں نے تمام علاقے پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ بہر حال قدیم تہذیب کے دو مراکز مصر اور عراق اور شمالی افریقہ کا سارا کنارہ ابھی تک عرب ہے۔ یہ نیا مذہب بہر حال ملحقہ ممالک میں اسلامی فتوحات کی متعینہ سرحدوں سے بہت دور تک پھیلتا رہا۔ موجودہ دور میں اس کے پیروکار کروڑوں کی تعداد میں افریقہ وسطی ایشیاء، شمالی ہندوستان، پاکستان اور انڈونیشیا میں پائے جاتے ہیں۔ جزیروں کے مجموعے انڈونیشیا میں ان کو متحد رکھنے والی قوت اسلام ہے۔ برصغیر ہندوپاک میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں اختلاف کی وجہ بھی اسلام ہے۔

اب بھی دیکھیں کہ انسانی تاریخ پر محمد ﷺ کا مجموعی اثر کتنا ہے۔ باقی مذاہب کی طرح قرآن اپنے ماننے والوں کی زندگی پر عظیم الشان اثر ڈالتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے بانیان مذاہب اس کتاب میں شامل کئے گئے ہیں۔ چونکہ مسیحی مسلمانوں سے تعداد میں تقریباً دگنے ہیں اس لئے میری فہرست میں محمد ﷺ کو یسوع مسیح سے پہلے رکھنا عجیب سا لگتا ہے۔ میرے اس فیصلہ کی دو اہم وجہیں ہیں۔ اول یہ کہ اسلام کی ترویج و ترقی کے لئے محمد ﷺ نے اس کردار سے کہیں زیادہ بڑا اور اہم کام سرانجام دیا جو مسیح نے مسیحیت کے لئے کیا تھا۔ اس کے علاوہ یسوع نے مسیحیت کی اخلاقی و روحانی شاخ کی تعلیم دی جبکہ مسیحیت کے اصول وضوابط طے کرنے اور عہد نامہ جدید کی تصنیف کا بیشتر کام سینٹ پال نے کیا۔

محمد ﷺ اخلاقی اور روحانی اصول اور شریعت دینے والی واحد شخصیت ہیں۔ اس کے ساتھ اس مذہب کو پھیلانے اور مذہبی اعمال مرتب کرنے میں بھی رسول اللہ ﷺ نے کلیدی کردار سرانجام دیا۔ اس کے علاوہ آپ مسلم مقدس صحیفہ قرآن کے بھی مصنف ہیں جو محمد ﷺ کے روحانی فرامین کا مجموعہ ہے۔

اس کے بارے میں آپ کا عقیدہ تھا کہ یہ براہ راست اللہ کی طرف سے نازل ہو رہے ہیں۔ یہ الہامات رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی تحریر کر لئے گئے تھے اور آپ کی وفات کے کچھ ہی عرصہ بعد انہیں مستند شکل میں جمع کر لیا۔ لہذا قرآن محمد ﷺ کے خیالات و تعلیمات کو تقریباً آپ کے اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہے۔ مسیح کی تعلیمات کا ایسا مفصل مجموعہ کہیں بھی نہیں ملتا۔ قرآن مسلمانوں کے لئے چونکہ اتنا ہی اہم ہے جتنا مسیحیوں کے لئے بائبل۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کا اثر قرآن کے ذریعہ مسلمانوں پر گہرا اور عظیم الشان ہے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ محمد ﷺ کا اثر اسلام پر مسیح اور سینٹ پال کے مسیحیت پر مجموعی اثر سے کہیں زیادہ ہے۔

اس کے علاوہ یسوع کے برعکس رسول اللہ ﷺ دین کے علاوہ غیر دینی محاذ پر بھی انتہائی کامیاب ہیں۔ درحقیقت عرب فتوحات کے پیچھے کام کرنے والی قوت کی حیثیت سے محمد ﷺ ہر دور کے سیاسی لیڈروں سے زیادہ بااثر ہیں۔

کئی اہم تاریخی واقعات کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ ناگزیر تھے اوران رہنماؤں کے بغیر بھی وقوع پذیر ہوجاتے ، جنھوں نے ان کی قیادت کی مثلاً جنوبی افریقہ کی کالونیاں سائمن بولیوئر کے بغیر بھی اسپین سے آزادی حاصل کر سکتی تھی۔ لیکن عربوں کی فتوحات کے متعلق ایسا نہیں کہا جا سکتا۔ محمد ﷺ سے پہلے ایسے واقعات کبھی نہیں ہوئے تھے۔ اور ہم یہ ہرگز نہیں مان سکتے کہ آپ کے بغیر عرب ایسی فتوحات حاصل کر سکتے تھے۔ تیرہویں صدی میں منگولوں کے حملہ ابتدائی طور پر چنگیز خاں کی وجہ سے ہوئے تھے۔ یہ فتوحات اگرچہ عربوں سے زیادہ پھیلی ہوئی تھیں مگر وہ مستقل نہ رہ سکیں اور آج منگولوں کے پاس صرف وہی علاقہ ہے جو چنگیز خاں کے زمانہ میں ان کی تحویل میں تھا یہ فتوحات عربوں کے فتوحات سے کہیں مختلف تھیں۔ عراق سے مراکش تک عرب قوموں کی ایک لمبی زنجیر ہے جو نہ صرف اسلام کے رشتے سے بلکہ عرب ثقافت، زبان اور تاریخ کی وجہ سے آپس میں بندھے ہوئے ہیں۔

قرآن کی اسلام میں مرکزیت اور یہ حقیقت کہ عربی زبان میں تحریر کیا گیا۔ عربی زبان کو مختلف زبانوں میں تقسیم ہونے سے بچائے ہوئے ہے۔ تقسیمیں اور اختلافات عرب ملکوں میں ضرور موجود ہیں مگر ہمیں ان جزوی اختلافات کو دیکھ کر اس عظیم طاقت کو نہیں بھولنا چاہئے جو انہیں باہم باندھے ہوئے ہے۔ اسی لئے تیل کی بندش کے معاہدے (۷۴۔۱۹۷۳) میں تمام عرب ممالک شامل تھے مگر ایران اور انڈونیشیا باوجود مسلم ملک ہونے کے اس میں شامل نہ ہوئے۔ لہذا ساتویں صدی کی عرب فتوحات آج بھی اثر انگیز ہیں۔ اور یہ چیز محمد ﷺ کو تاریخ کی واحد اور سب سے زیادہ اثر انگیز شخصیت بناتی ہے۔ بشکریہ: ندائے ملت)

☆☆☆

ھدیۂ نعت

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچۂ آل محمد است

ہیں جان و دل فدائے جمال محمدی
میں ہوں نثار کوچہ آل محمدی

دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش
در ہر مکاں ندائے جلال محمد است

دنیا کی وسعتوں میں جہاں بھی نظر گئی
ہر چیز سے عیاں تھا جلال محمدی

ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ زبحر کمال محمد است

کیوں میرے فیض عام سے برہم ہوئے ہیں آپ
ہے یہ تو موج بحر کمال محمدی

ایں آتشم زآتش مہر محمدی است
یہ نور، آفتاب محمد کا عکس ہے

ویں آب من زآب زلال محمد است
یہ فیض عام آب زلال محمدی

فارسی کلام حضرت بانی تحریک احمدیہ
منظوم ترجمہ: محمد اعظم علوی

ضروری گذارش

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے تمام ممبران اور قارئین ماہنامہ چودھویں صدی سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ رسالہ ہذا کے لئے حالات حاضرہ پر مبنی اسلامی وفکری، ادبی وسماجی مضامین ارسال فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ ادارہ آپ کے مضامین کو شکریہ کے ساتھ شائع کرے گا۔ ماہنامہ چودھویں صدی سے متعلق اپنی آراء سے بھی مسلسل نوازتے رہیں، تاکہ رسالہ کو مزید خوبصورت اور معیاری بنایا جا سکے۔ (ادارہ)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے

راجکماری جاوید بانو بیگم

کلکتہ کی مشہور نومسلم خاتون محترمہ جاوید بانو بیگم صاحبہ بنگال کے ایک ہندو راجہ کی صاحبزادی اور اعلیٰ تعلیم کی حامل تھی۔ آپ نے کامل تحقیق کے بعد اسلام قبول کیا تھا جو اپنی داستاں اس طور پر بیان فرما گئی ہیں، ملاحظ ہو۔

برادران اسلام وہمشیرگان دین! میں ایک نومسلمہ ہوں اور میں ایک سچے اور عالم گیر مذہب اسلام کو پا کر بہت ہی خوش ہوں۔ میرا دل حقیقی خوشی سے لبریز ہے اور میری دلی آرزو ہے کہ میں ہر اس انسان سے جس تک میری رسائی ہوا اپنے آقا نامدار محمد مصطفےٰ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق اور تعلیمات کا ذکر کروں۔

شاید آپ میرے تجربات کا مختصر خلاصہ جو مجھے تحقیقات مذاہب کے سلسلے میں پیش آئے سن کر مسرور ہوں گے۔ میں ہندو والدین کے گھر پیدا ہوئی مگر میری پرورش عیسائی اثر کے ماتحت ہوئی۔ ہندو مذہب کی مجھے مطلقاً کوئی واقفیت نہ تھی۔

میں نے ۱۹۲۴ء میں مذہب اور فلسفہ کا وسیع طور پر مطالعہ شروع کیا، میں اس کا مطالعہ عالم فاضل بننے کے لئے نہیں کرتی تھی بلکہ تحقیق حق میرا منشا تھا میرے دل میں خدا تعالیٰ کے ایک مخلص اور صادق انسان کی طرح عبادت کرنے کی تڑپ پیدا ہوتی تھی۔ میں نے بودھ مذہب کو سمجھنے کی کوشش کی، لیکن ناکامی کا سامنا ہوا۔ عیسائیت کی طرف جو سمجھنے میں نہایت سیدھی سادی معلوم ہوئی رجوع کیا، اس سلسلہ میں میں نے عیسائی پادریوں سے تعلق پیدا کیا تاہم مجھے کوئی ایسا راستہ نہ ملا جس سے میں عیسائیت کی ایک مخلص اور صادق متبع بن سکوں۔ گویا بڑے بڑے دلائل و براہین پیش کئے جاتے تھے لیکن میں عیسائی گرجا گھروں کی لاتعداد فرقہ بندیوں میں ذاتی اغراض اور شخصی مطالب براری کے سوا اور کچھ نہ دیکھ سکی اور بالکل ناامید ہو کر دوبارہ ہندو مذہب اختیار کر لیا۔ کیونکہ ویدوں کا فلسفہ ایک ایسے دماغ کے لئے جو مذاہب کی کمزوریوں سے مضطرب اور متنفر ہو چکا ہو، ایک کافی وافی سہارا تھا لیکن ویدوں کی فلاسفی بھلا ہندوؤں کیلئے کیسے مفید ہو سکتی ہے کیونکہ جہاں تک عملی زندگی اور حقائق کا تعلق ہے ہنود منوجی مہاراج کے زمانہ سے لے کر آج تک ویدانت سے اتنے ہی دور ہیں جتنا کہ اس فرضی مخلوق سے دور، جس کا چاند میں ہونا عام طور پر خیال کیا جاتا ہے ویدوں کی پیروی کے لئے ایک ہندو پر لازم ہے کہ یا تو وہ موجودہ ہندو مذہب سے کنارہ کش ہو جائے یا تمدنی مصلح بن کر ان بے شمار فرقوں میں ایک اور فرقہ کا اضافہ کرے، جس کے اندر زمانہ حال میں ہندوستان ڈوبا جا رہا ہے۔ ہندوؤں کی حالت قابل رحم ہے۔ بڑی بڑی خامیاں اور نقائص روز افزوں ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ ان پر دوسرے مذاہب کے پیرو تبصرہ نہیں کرتے بلکہ ہندو خود ان کو آشکارا کرتے رہتے ہیں۔ گاندھی مہاراج ہریجنوں کے لئے اپنی زندگی کو مہلک خطروں میں کیوں ڈالتے ہیں؟ مجلس قوانین کے ذریعہ بیوگان کی شادی کو ناجائز کیوں قرار دیا گیا ہے؟ سلطنت برطانیہ کے ایک قانون کے تحت رسم ستی کو کیوں روکا گیا؟ تمام تمدنی اصلاحات کو مجالس قوانین ساز کے ذریعہ کیوں دائرہ عمل میں لایا جاتا ہے؟ اس مذہب کا فائدہ ہی کیا جو دماغی نشوونما اور تمدنی اصلاحات کو دوسری تمام برائیوں سے محفوظ رکھنے سے عاجز ہے۔

مندرجہ بالا حقائق سے آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ مجھے سچے مذہب اسلام کو قبول کرنے میں کتنی خوشی ہوئی ہوگی۔ اسلام کے علاوہ اور کوئی مذہب دنیا میں ایسا نہیں جس کے عقائد کو اس کے پیروکار ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ صحیح تسلیم کرتے ہوں، آخر کار میں نے صداقت کو پالیا ہے۔ میں بہت ہی خوش ہوں اور میری روح مطمئن ہے۔ کیا ہم آج کسی ایسی مذہبی یا تمدنی اصلاح کے درپے ہیں جس کی تائید قرآن پاک سے نہیں ہو سکتی؟ کیا ہمارے آقا نامدار محمد مصطفےٰ ﷺ تمام روحانی رہنماؤں کی ایک ایسی شخصیت نہیں جنہوں نے آزادی اخوت و مساوات

کے ایسے زریں احوال بتائے ہیں جن کے ذریعہ ہم صراط مستقیم پر چل کر نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ صرف اسلام ہی دنیا میں ایک ایسا مذہب ہے جو روزمرہ کی زندگی میں ہمارا سچا رہنما ہوسکتا ہے۔ کیا دنیا میں سوائے اسلام کے کوئی ایسا مذہب ہے جس میں خدا کا نام عالمی زبان میں ہو؟۔ اللہ کا لفظ تمام مسلمانوں کے لئے خواہ وہ چینی ہوں یا ہندی یکساں ہے۔ السلام علیکم تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی ہونے کا سبق دیتا ہے، خواہ وہ کسی قومیت اور کسی ملک کے ہوں اور ان کی کوئی زبان ہو۔

کیا دنیا میں کسی مذہب کی الہامی کتاب اپنی فراخدلی اور فیاضی پر ناز کر سکتی ہے، سوائے ہمارے قرآن کریم کے جس میں ہر ایک مسلمان کو کہا گیا ہے کہ ان کے لئے تمام پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

صرف اسلام ہی انصاف وانسانیت اور آزادی کا مذہب ہے جس کی مثال اور کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا ہم کو اسلامی اصولوں کے ماتحت جائداد پر قابض ہونے کے لئے کونسل وقانون کے دروازے کھٹکھٹانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ وہ تمام قوانین جواب سے (چودہ سو سال قبل) ہم مسلمانوں کے لئے اتارے گئے تھے آج بھی ویسے ہی مفید ہونے کے ساتھ ساتھ ایسی طاقت اپنے اندر رکھتے ہیں، جیسا کہ اس زمانہ میں رکھتے تھے۔ آج کل مذہب اسلام جس مقصد کو اپنا نصب العین بنا کر اخلاقی وتمدنی اور معاشرتی فوائد کے لئے سرگرداں ہیں وہ تمام فوائد مسلمانوں کے لئے جس دن سے قرآن مجید نازل ہوا موجود ہیں۔

میرے لئے یہ بالکل ناممکن تھا کہ میں کسی ایسے مذہب میں رہتی جو ہماری موجودہ اور روزمرہ کی زندگی سے کوسوں دور ہو، میں کس طرح ایک مخلص ہندو یا عیسائی ہوسکتی تھی، جبکہ انسانی اصول اور تہذیب مجھے ان مذاہب کی تعلیمات کے برعکس کھڑا کرتی ہیں اگر کوئی مذہب (آج) ہم کو روزمرہ کی زندگی میں تسکین نہیں دے سکتا تو کیوں (آج) اس مذہب کو مذہب کے نام سے موسوم کیا جائے۔ یقیناً ایسے تمام مذاہب اب ہماری پوری رہنمائی نہیں کر سکتے۔ اگر ان میں (ابھی) صداقت موجود تھی تو وہ بھی اب (دن بدن) زمانہ سے مفقود ہوتی جارہی ہے۔ میں نے اس صورت حال کو محسوس کیا اور اس پر غور کیا تو میرے لئے اسلام قبول کرنا ضروری ہوگیا۔ کیونکہ میں نے اس میں تمام صداقتیں دیکھی ہیں اور اسلام میں وہ ہر ایک بات پائی جاتی ہے، جس کے دوسرے تمام مذاہب کے پیرو متلاشی ہیں۔ اسلام میں وہ سب کچھ موجود ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں۔ میں یقین واثق سے کہتی ہوں کہ (اب) کوئی دوسرا مذہب اصلاح اور خوشی کا موجب نہیں ہوسکتا، سوائے اسلام کے جو خدا کی سچی محبت انسانیت کی سچی الفت اور حقانیت پر مبنی ہے۔ اسلام کو کسی قسم کی اصلاح کی ضرورت نہیں۔ اسلام اپنے بنیادی اصول وحدانیت، حقانیت اور اخوت و مساوات بڑے معقول مؤثر انداز میں پیش کرتا ہے۔ (بحوالہ قبول اسلام)

عظمتِ رسول ﷺ

"جو شخص بھی حضرت محمد ﷺ عرب کے جلیل القدر پیغمبرؐ کی حیات مقدسہ آپ کے عظیم کردار اور عمل کا مطالعہ کرتا ہے، یہ جانتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے کس طرح اپنی دعوت کو پیش کیا اور کس طرح اپنی پاکیزہ زندگی بسر کی۔ اس کے لئے اس کے بغیر چارہ ہی نہیں کہ وہ اس عظیم اور جلیل پیغمبرؐ کی عظمت اور عزت اپنے دل میں محسوس نہ کرے۔ اس میں کوئی شك نہیں کہ حضرت محمد ﷺ خدا کے رسولوں میں بڑی ہی عزت والے رسولؐ تھے۔ میں جو کچھ آپ کے سامنے پیش کررہی ہوں آپ میں سے اکثر اصحاب شاید اس سے واقف بھی ہو۔ لیکن میری تو یہ حالت ہے کہ میں جب بھی آپؐ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرتی ہوں تو میرے دل میں عرب کے اس عظیم اور لاثانی نبی ﷺ کی نئی عظمت اجاگر ہوجاتی ہے۔''

مسز اینی بسینٹ

☆☆☆

طب وصحت

دور حاضر میں طب نبوی کی اہمیت

ادارہ

طب نبوی کا مختصر تعارف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام ارشادات مبارکہ اور عادات جن کا تعلق بلواسطہ یا بلا واسطہ طور سے حفظان صحت، علاج ومعالجہ اور طبی اخلاقیات پر مبنی ہے وہ طب نبوی کہلاتے ہیں۔ دور حاضر میں ادارہ عالمی صحت WHO نے صحت کی جو تعریف کی ہے اس میں جسمانی صحت کے ساتھ ساتھ نفسیاتی اور سماجی صحت کی بھی بات کی گئی ہے۔ لیکن یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ طب نبوی ان تمام امور کو پہلے ہی احاطہ کئے ہوئے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں انسانی صحت کو قائم رکھنے کے لئے بہت کچھ فرمایا طب نبوی کی جسمانی، سماجی اور نفسیاتی اعتبار سے اہمیت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد ارشادات کے ذریعہ تزکیہ نفس اور اصلاح معاشرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ جسم کی حفاظت کے لئے آپ نے فرمایا ’’تمہارے جسم کا بھی تمہارے اوپر حق ہے۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے جسم کی بہتری کا بھی خیال رکھے۔‘‘ آپؐ نے جسم کی صفائی، ستھرائی پر بھی بہت زور دیا ہے اور فرمایا کہ ’’اپنے جسموں کو پاک رکھو اللہ تمہارا باطن پاک رکھے گا۔‘‘ پھر ایک جگہ ارشاد گرامی اسی طرح ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ میل کچیل کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی بکھرے ہوئے بال پسند کرتا ہے۔‘‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کو دین کا حصہ قرار دیا۔ (۱) ختنہ کروانا (۲) مونچھیں کٹوانا (۳) بغل کے بال مونڈنا (۴) زیرناف کے بال مونڈنا (۵) داڑھی بڑھانا (۶) ناخن کٹوانا (۷) ناک میں پانی ڈالنا (۸) مسواک کرنا (۹) انگلیوں کا خلال کرنا (۱۰) استنجا۔

منہ کی صفائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد پسند تھی چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ ’’اگر میری امت پر بار نہ گزرتا تو انہیں ہر نماز سے پہلے مسواک کرنے کا حکم دیتا تاکہ اپنا منہ صاف رکھ سکیں۔‘‘ حضورؐ نے پینے کے تعلق سے فرمایا کہ ’’پانی یا کسی اور مشروب کو پیتے وقت سانس کو برتن کے اندر نہ چھوڑو آپؐ جب بھی کوئی مشروب نوش فرماتے تو پینے کے دوران تین مرتبہ منہ مبارک برتن سے ہٹا کر سانس لیتے تھے۔ آپ کھانے پینے کی چیزوں کو پھونک مار کر ٹھنڈا کر کے استعمال کرنے سے منع فرماتے تھے۔

آپ کھانا کھانے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھونے کا مشورہ دیتے مگر ہاتھ پانی سے دھونے کے بعد کپڑے سے نہ پوچھنے کا حکم دیتے آپ کھانا کھانے کو ایک حد تک کھانے کا مشورہ دیتے اس حد سے زیادہ تجاوز نہ کرنے کی نصیحت فرماتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کھانا اتنا کھاؤ کہ بعد میں ایک تہائی جگہ سانس لینے کے لئے باقی رہے۔ آپؐ نے بہت زیادہ گرم کھانے سے بھی منع فرمایا۔

لباس کے تعلق سے آپؐ نے صاف اور سادہ لباس پہننے کی تاکید فرمائی۔ آب وہوا کے تعلق سے آپؐ نے فرمایا کہ جن برتنوں کے اندر پانی رکھو ان کو ڈھانپ کر رکھا کرو تاکہ ہوا کے ذریعے بیماری نہ پھیلے۔ آپؐ نے کہا کہ اگر کسی کو جمائی آئے تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لو۔ مکانوں کو صاف ستھرا رکھنے، بستی کی صفائی اور تین جگہوں پر بول وبراز نہ کرنے کی نصیحت کی یعنی پانی کے گھاٹ پر، سائے دار درخت کے نیچے اور عام گزرگاہوں پر۔ حضورؐ نے وبائی امراض ومتعدی امراض سے بچنے کے طریقے بتائے۔

مرض میں علاج کے تعلق سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ کے بندو تم علاج کیا کرو، اللہ بزرگ و برتر ہے اور بڑھاپے کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔'' پھر ایک جگہ آپؐ نے فرمایا کہ ''ہر مرض کے لئے دوا ہے اور ہر دوا کے اندر شفا رکھی گئی ہے۔مختلف احادیث پاک میں تقریباً ۹۵ دواؤں کا ذکر کیا گیا ہے جو فائدہ مند ہیں۔جن میں انجیر، بہی، تربوز، حب الرشاد، حنا، زیرہ، زیتون، سرکہ، سرمہ، سنا مکی، شہد، قسط، کاسنی، کلونجی، کھجور، کھبنی، گوگل، لوبان، لہسن، مرکی، منقہ، میتھی، ورس، قابل ذکر ہیں۔

دنیا کی اس تیز رفتار سائنسی و مادی ترقی کے بعد بھی آج دنیا کے بیشتر لوگ طب نبوی کے بتائے ہوئے طور وطریقوں کو اپنا رہے ہیں نہ صرف حفظان صحت کے اصولوں پر بلکہ حضورؐ کی بتائی ہوئی دواؤں پر باضابطہ دنیا میں ریسرچ کا کام ہو رہا ہے اور اچھے نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔آج سے چودہ سو سال قبل حضورؐ کی بتائی ہوئی تمام باتیں دور حاضر کے سائنس داں اپنے تجربات میں صحیح ثابت کر رہے ہیں اور حیران و پریشان ہیں کہ اس دور میں نہ کوئی وسائل تھے۔ اور نہ کوئی ذرائع، اس کے بعد بھی باتیں حفظان صحت، دواؤں اور احتیاطی تدابیر پر بتائیں گئی ہیں وہ بالکل صحیح ہیں۔کلونجی پر نہ صرف مشرقی دنیا میں بلکہ امریکہ اور لندن میں کام ہو رہا ہے اور بے شمار بیماریوں میں کامیاب دوا تصور کی جا رہی ہے۔ امریکہ میں کلونجی کے Extr Act سے مرض کینسر پر کامیاب تجربے کئے جا رہے ہیں۔ بڑے شہروں میں مختلف طبی اداروں کی جانب سے کلونجی تیل اور کلونجی سے بنی ہوئی بے شمار دوائیں علاج و معالجہ میں کام آ رہی ہیں۔ کاسنی پر کام ہو رہا ہے اور کاسنی کا پوڈر بھی مختلف امراض میں کام میں لایا جا رہا ہے۔ کھجور پر، زیتون پر، سرکہ پر بہرحال حضورؐ کی بتائی ہوئی دواؤں پر کوئی نہ کوئی ماہر فن طب کام کر رہا ہے اور اس کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔قابل مبارک باد وہ اطباء حضرات اور ڈاکٹرز ہیں جو طب نبویؐ پر باقاعدہ طور پر کام کر رہے ہیں اور طب نبویؐ کو عام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

حضورؐ کی بتائی ہوئی تمام ہدایات جسمانی صحت کے علاوہ نفسیاتی اور سماجی صحت کے لئے بخوبی اہمیت کی حامل ہیں۔آج اگر طب نبوی پر ہر انسان اپنی زندگی میں عمل کرے تو ہر قسم کے مرض سے حفاظت اور ہر مرض سے شفا یقینی ہے۔حضورؐ کی بتائی ہوئی ہدایات پر عمل کریں اور زندگی بھر چاق و چوبند وتندرست رہیں۔ ☆☆☆

(بشکریہ ہفت روزہ ندائے ملت لکھنؤ)

(باقی صفحہ 17 کا)

لیکن جب انسان خدا تعالیٰ سے غافل ہو جاتا ہے اور شعائر اللہ کی پروانہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پروا ہو جاتا ہے اور اس شخص اور ایسی قوم کو تباہ کر دیتا ہے چنانچہ چغتائی سلطنت نے جب دین سے غافل ہو کر بہائم کی سی سیرت اختیار کر لی تو پھر اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ وہ سلطنت جو صدیوں سے چلی آتی تھی اس کا کچھ بھی باقی نہ رہا اور ایک شاعر پر اس کا خاتمہ ہوگیا۔

پس انسان کو ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے۔کھلی اور چھپی ہوئی بدکاریاں آخر انسان پر وہ گھڑی لے آتی ہیں جس کا اسے آسائش کے ایام میں وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔اس لیے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کا خوف ہر وقت دل پر رہے اور اس کی عظمت و جبروت سے ڈرتا رہے اور اعمال صالحہ کی کوشش کرتا رہے اور پھر دعا کے ساتھ اس کی توفیق مانگے۔اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے۔

(ماخوذ: ملفوظات: جلد سوم، ص ۵۲۷ تا ۵۲۹)

☆☆☆